

ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے

مجلس کنزِ عذب لائسنس بمعبر و ادارہ عالیہ محمدیہ کا ترجمہ

قیمت سیالائیہ دو روپے
طلبہ و دیگر روپیہ

شمس الاسلام



مَنْ أَنْصَارِي إِلَى الدِّينِ

یہ زمانہ مادہ پرستی اور سرمایہ داری کا ہے، دین و دنیا کا کوئی کام بھی بغیر سرمایہ کے چل نہیں سکتا۔ ایسی حالت میں ہر سہ کہ ہم جن مقاصد عظمیٰ کو یکسر اٹھتے ہیں اور جو پیغام حیات مسلمانوں تک پہنچانا چاہتے ہیں، اس کے لئے کتنے سرمایہ کی ضرورت ہے، جس کے بل بوتے پر خدا تعالیٰ کا پیغام خدا کے بندوں تک پیغامِ وصل پہنچتا رہے۔ مگر آہ ہم غریبوں کے پاس اتنا سرمایہ کہاں۔ پھر مسٹر ادویہ کہ شمس الاسلام کے سر پر کسی سرمایہ دار کا ہاتھ ہے نہ حکومت کی خوشامد و چاہلوئی کی روپوشی و سہری مصلحتیں جو اس کے اخراجات کی کفیل ہوں۔ نہ اس میں حق و عشق کی غریاں تصویب اور استائیں ہی ہیں، جو انہیں مزاجوں کو اپنی طرف کھینچ لیں اور نہ اس کا کوئی تجارتی پہلو ہی ہوگا کہ وہ کتابوں کی تجارت سے اپنے اخراجات پورے کرے۔ لے دے کے اُسے ایسے خدا کا ران اسلام ہی کا سہارا ہے جو اپنے سینوں میں تبلیغ اسلام کی تڑپ اور خدمت دین کا درد و احساس رکھتے ہوں۔

ہم ان مسلمانوں سے پوچھنا چاہتے ہیں، جو تبلیغ دین اور خدمت اسلام کا سچا جذبہ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں، جو دنیا میں اسلئے آئے ہیں کہ غر و شرک کی طاغوتی طاقتوں اور شیطانی قوتوں کو پاش کر کے خدا کی حکومت قائم کر دیں اور جو اسلام کی حمایت و حفاظت میں اپنا جان و مال سب کچھ قربان کر دینے کے نوکر ہیں کہ جہاں ہم جبریہ کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، وہاں آپ بھی اپنے فرض سے غافل نہیں ہم دیکھیں گے کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر شمس الاسلام کی امداد و توجہ کی طرف دستِ کرم بڑھاتے ہیں۔

شمس الاسلام کے موجودہ سائنڈ یا حجم میں کمی یا بیشی کا انحصار تعداد اشاعت پر ہے۔ اگر معاونین نے ہماری اپیل پر صلے لیکر بلند کی، تو انشاء اللہ جبریہ کی حالت زیادہ بہتر ہوتی جائے گی۔ (ملینچیر)

منجانب



حزب انصار بحیرہ پنجاب

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

اغراض و مقاصد { (۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام۔ (۲) اصلاح رسوم باطلہ شریعت اسلامیہ، احیاء اشاعت علوم دینیہ۔ (۳) جریۃ شمس الاسلام کا اجراء (۴) دارالعلوم عربیہ جامع مسجد بحیرہ، جو اپنے مختلف شعبوں، نصاب تحصیل، (۵) نصاب اکیڈمی، دارالمبلغین، عربیہ کالج، تعلیم القرآن کے ذریعے اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۶) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۷) سالانہ عظیم الشان کانفرنس (۸) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۹) عظیم خانہ (۱۰) کتب خانہ (۱۱) جامع مسجد بحیرہ کی حرمت و تعمیر (۱۲) مسلم فرماؤں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- (۱) جو صاحب حزب الانصار بحیرہ کو کم از کم پانچ روپے ماہانہ عطا فرمائیں گے وہ سرپرست مقصور ہونگے، ایسے اصحاب کے نام جریۃ شمس الاسلام میں مشائع ہوں گے۔ ایسے حضرات کی سفارش پر ۲۵ امان مساجد، غریب یا طلبہ کے نام جریۃ بلامعاوضہ جاری کیا جائے گا۔ پانچ روپیہ سے کم لہذا اور ایک روپیہ سے زیادہ جو صاحب ہوا رقم مطلقاً بیٹنگ لہذا معاوضہ میں شمار ہونگے اور انکی سفارش پر ۱۰ امان مساجد، غریب یا مفسس طلبہ کے نام رسالہ جاری کیا جائیگا۔ معاوضہ کے سہما بھی شکر یہ کے ساتھ دیج کئے جائیں گے۔
- (۲) اگر کان حزب الانصار کے نام جریۃ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکنیت کم از کم چار روپے ماہانہ یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- (۳) عام سالانہ چندہ عطا مقرر ہے۔ نو روپے کا پرچہ قیمن آنے کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
- (۴) رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ اکثر رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ان کی طرف سے ہینڈ کے اخیر تک اطلاع موصول ہو دہا رہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

بجملہ خط و کتابت و ترسیل نذر بنام

میجر رسالہ شمس الاسلام بحیرہ پنجاب ہونی چاہیے۔

سُخ نیل کا نشان { یہاں اُن حضرات کے پرچہ پُر سُخ نیل کا نشان لگایا گیا ہے جنکی مساعدا و س پریم کے ساتھ فخر ہو چکی ہے اُن حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں۔ اگر خدا نخواستہ کسی وجہ آئندہ غریباری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ بھیجیں۔ فرمت میں مطلع کریں، اخلاقی سے شمس الاسلام کو نقصان پہنچانے سے احتیاط۔ (اعلام حسین فخر شمس الاسلام)

نغمہ توحید

(نتیجہ فکر پروفیسر حکیم تاج الدین احمد صاحب تاج لاہور)

ہے بے خودی میں نہاں	لا الہ الا اللہ
صنم کدوں میں براہیم جلوہ فرما ہوں	
عبودیت میں ہو کامل تو پھر مٹا دے گا	
یہ مال و دولت ورشتہ بھی ہو تو کیا پروا	
پناہ دونوں جہاں میں ملے جو بن جائے	
خدا گواہ کہ وہ نغمہ بہار بنے	
وہ توڑ سکتا ہے ہر ایک دل کا بٹھکانہ	

تو کفر و شرک پہ توحید کے خدنگ چلا	بنا لے اپنی کس لا الہ الا اللہ
مثال زلزلہ توحید لرزہ افکن ہو	کہیں زمین و زمان لا الہ الا اللہ
گناہگار ہوں لیکن سمجھتا ہوں آخر	کلید باب جہاں لا الہ الا اللہ
گزر نہ ہو گا کبھی دل پہ ماسوی اللہ کا	رہے جو ورد و زباں لا الہ الا اللہ
حیات سردی کے زمزمے نہ گائیں کیوں	بنے جو روح و رواں لا الہ الا اللہ
چمن چمن اسے آئے نظر ہر اک آتش	کہے جو پیر مغاں لا الہ الا اللہ
تو غورِ حُسنِ معانی پہ کہ مٹا دے گا	خیالِ حُسنِ بُتوں لا الہ الا اللہ
برائے خرمنِ باطل ! خبر نہیں تجھ کو	ہے ایک برقی تپاں لا الہ الا اللہ
ہوئی ہے غرقِ فنا اے خودی کے متوالو	ہے زندگی کا نشان لا الہ الا اللہ
جو چاہتا ہے غم دو جہاں سے آزادی	ہے ایک حصنِ امان لا الہ الا اللہ
خودی ہے سرِ بگریباں جو سترِ ہستی میں	کرے گا تجھ پہ عمیاں لا الہ الا اللہ
ہر ایک دل سے مٹا دے پرستشِ باطل	ہے ایک تیغِ بیاں لا الہ الا اللہ
کہے گا دل سے محمدؐ کو جب رسول اللہ	قبول ہو گا وہاں لا الہ الا اللہ

جو ہوگی تاجِ محبت رسولؐ کی دل میں

تو دے گا کتاب و توان لا الہ الا اللہ

تابخ و عبرت

خلفاء اسلام کی معاشرہ ریزی

نے یہ معقول جواب سن کر اپنے صاحبزادوں کو حکم دیا کہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی درگاہ عام میں تعلیم حاصل کریں۔ خود خلیفہ ہارون بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا جب ابراہیم موصلی و کسائی عباسی نے انتقال کیا۔ تو خلیفہ نے ماموں کو حکم دیا کہ وہ خود جا کر جنازے کی نماز پڑھائے۔ خلیفہ ماموں الرشید بھی علماء و فضلاء کی بے انتہا خاطر و تواضع کرتا ان کے ساتھ بالکل دوستانہ برتاؤ کیا کرتا ہر سہ شنبہ کو مناظرہ ہوتا جس میں ہر خیال اور ہر مذہب کے علماء شریک ہوتے اور ہر شخص کو بلا امتیاز بے تکلفی سے گفتگو کرنے کا اختیار تھا۔

علماء ماموں کے زانو سے زانو ملا کر اس مجلس میں بیٹھے۔ اکثر شب کے وقت اہل علم ماموں کے کمرے میں اس کے بستر سے بستر لگا کر سویا کرتے۔ ایک دن قاضی یحییٰ اس کمرے میں سوئے تھے نصف شب کو قاضی صاحب نیند سے بیدار ہوئے تو پیاس معلوم ہوئی۔ ماموں بھی جاگ رہا تھا قاضی صاحب کے چہرے پر یہ تابی کے آثار دیکھ کر خیریت پوچھی اور جب اس نے پیاس ظاہر کی تو ماموں نے خود دوسرے کمرے سے پانی لا کر دیا۔

ایک بار ماموں قاضی یحییٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر باغ کی سیر کر رہا تھا۔ جانے کے وقت آفتاب قاضی کی طرف تھا۔ جب واپس ہوئے تو قاضی صاحب

خلفائے اسلام علمائے کرام کی بنے حد قد و منزلت کیا کرتے اور اکثر معاملات میں ان سے مشورہ لیتے۔ امور سلطنت میں بھی ان کو بہت کچھ دخل تھا علماء کرام کے اس قدر و احترام کی خاص وجہ یہ تھی کہ خلفاء خود وہ علم سے مالا مال ہوتے تھے خلیفہ جس قدر زیادہ ذی علم ہوتا۔ اس کے زمانہ میں علماء کی اسی قدر زیادہ قدر ہوتی تھی۔ آج تک کوئی خلیفہ جاہل نہیں ہوا۔ کم سے کم علوم شرعیہ میں ہر خلیفہ کو دخل تھا۔ خلفائے عباسیہ میں خلیفہ ماموں الرشید علماء و علوم شریعیہ کے فلسفہ منطق لغت نجوم وغیرہ پر اچھی طرح حاوی تھا۔ خلفائے اندلس میں حکم بن ناصر بھی بہت بڑا عالم و فاضل تھا۔

علماء کے احترام میں خلیفہ ہارون الرشید تمام خلفاء سے سبقت لے گیا۔ ایک بار اس نے علماء و ماموں کی (جوابینا تھے) دعوت کی تو نہایت خوب آہ کا لہو و صلیا ہارون کے عہد میں دو مشہور عالم تھے۔ ایک کسائی اور دوسرے محمد بن الحسن۔ ہارون دونوں کو اپنے سامنے سنہری کرسیوں پر بٹھالیتا اور حکم دے دیتا تھا کہ جس وقت وہ اٹھتے تو یہ دونوں حضرات اس کی تعظیم کے لئے نہ اٹھیں۔ اسی خلیفہ کے زمانہ میں حدیث کے فن میں حضرت مالک بن انس امام وقت تھے۔ خلیفہ نے ان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کے لڑکوں (ابن و ماموں) کو اگر تعلیم دیں۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ علم کے پاس لوگ خود آتے ہیں۔ علم خود کسی کے پاس نہیں جاتا۔ خلیفہ

نے رُخ بدلنا چاہا۔ تاکہ خلیفہ کی طرف مہیا ہو جائے
 مامون نے کہا کہ "یہ انصاف کے خلاف ہے۔ پہلے
 میں سایہ میں تھا۔ اب آپ کا حق ہے۔"
 ایک بار مامون کے دو چہرہ داروں نے استاد
 فرخنجی کی جو نمایاں مہدی کر کے پر جھگڑے اور دیر نیک
 بحث رہی۔ آخر یہ بحث سنے پائی کہ ایک ایک جوتی
 اپنے استاد کے سامنے رکھیں۔ جب مامون کو اس کی
 خبر ہوئی تو اس نے خراج کو طلب کیا اور دریافت کیا
 کہ کج دنیا میں سب سے معزز کون ہے؟
 فرما اے امیر المومنین کے سوا اور کون معزز
 ہو سکتا ہے۔
 مامون نے نہیں معزز وہ ہے جس کی جوتیاں
 بٹھانے پر امیر المومنین کے رُخ کے جھگڑا کریں۔
 خیر اے پہلے میرا راہ منع کر دینے کا تھا مگر یہ جوتیاں
 کیلئے لیں شہزادوں کو اس تو اب سے کیوں محروم رکھا
 جائے۔ اس لئے منع نہیں کیا گیا۔
 مامون نے اگر آپ منع کر دیتے تو ہمیں سخت رنج
 ہوتا۔ اس سے میرے لوگوں کی غریب میں کوئی کمی نہیں
 ہوتی۔ دباؤ و شہزادوں کو آپ اور اس کے واسطے اور خدا
 سے محبت چاہیں ہوتی۔
 اس کے بعد مامون نے فرما کر کہ وہ ہر روز صبح
 خلیفہ رشید اور امام مالک کی تحلیف مشہور ہے کہ امام
 خلیفہ کے پاس دینے دینے وقت خلیفہ کے پاس نہ گشت
 لے کر امام کو کول کے برابر بٹھا دیا جائے۔
 استنبین (مدرس) کے مشہور عالم و مہر شاہ
 خلیفہ عبدالرحمن ثانی کے خلیفہ حکمران ہیں ایک دفعہ
 ان کی کانیں کھدائی گئیں اور ان کے خلیفہ کے لئے بڑے بڑے
 ہونے والے خلیفہ و خلیفہ کے خلیفہ کے خلیفہ کے خلیفہ کے
 کول کے لئے خلیفہ کی جوتیاں کی تحریک ہو کر امام مالک

کے جوتیاں مامون بالکل انہی کے ہاتھوں میں تھے ایک بار
 امیر عبدالرحمن ثانی کا دوزخ ہونے گیا جب جوتیاں سے کہا کہ
 کفارہ کیا ہے تو جواب دیا کہ آپ ساٹھ روزے رکھیں
 چنانچہ امیر نے حکم کی تعمیل کی بعض علماء نے جوتیاں کے
 اس وقت کے پرہیز میں کیا اور کہا کہ کفارہ یہ بھی ہو سکتا
 ہے کہ آپ بیوہ (لاٹھی) یا غلام آزاد کرانے یا ساٹھ
 مساکین کو کھانا کھوانے۔ اس فقیر نے جواب دیا کہ ہاں
 یہ صحیح ہے لیکن اگر میں بیفتوں تو بتا تو بادشاہ ہر روز
 روزہ توڑتے۔ کیونکہ ایک بادشاہ کے لئے ساٹھ فقیر
 کو کھانا کھانا ایک بارہ آزاد کرنا کوئی مشکل امر نہیں
 دنیا کی سب سے زیادہ عظیم الشان اور خواہشات
 عمارت الہیہ کی جب تعمیر ہو رہی تھی تو امیر المومنین
 عبدالرحمن ثالث خود اس کی نگرانی کرتے اس کام میں
 وہ اس قدر متہم تھے کہ متواتر تین جمعہ کی نماز قضا
 ہو گئی تو خطبہ کے قاضی علامہ منذر نے خلیفہ کی اس
 حرکت پر توجہ دلانے کی ٹھانی جب خلیفہ جو تھے جمعہ
 کو مسجد میں آئے تو قاضی منذر نے اپنے خطبہ میں
 خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ اس خطبہ کا بہت کچھ اثر
 خلیفہ پر پڑا۔ اور وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ مگر دلی میں
 قاضی پر سخت ناراض ہوئے۔ جب اپنے محل پر امیر
 آئے تو اپنے لڑکے الحکم نے عرض کیا کہ اگر جناب
 قاضی منذر سے اس قدر خبیثہ ہیں۔ تو انہیں معقول
 کیوں نہیں کر دیتے۔ خلیفہ نے فرمایا کہ تمہارا جانشینی
 سے معزول کیا جانا آسان ہے۔ لیکن قاضی منذر
 جیسے عالم کو معزول کرنا سخت ہے۔ میں نے قاضی
 کے سچے ناز پڑے سے قسم کھالی تھی جس سے مجھے سخت
 افسوس ہے۔ میں اپنی قسم کا کفارہ دینے دیتا ہوں۔
 اور اپنی زندگی تک اس قاضی کے سچے جانور پڑھوں گا
 اس کے بعد خلیفہ نے قاضی منذر کی ایک

جو زمین پسند کی گئی۔ اس میں ایک غریب بیوہ کا چھوٹا بیٹا تھا۔ اس بیوہ کو کہا گیا کہ یہ زمین دے دے مگر اس نے انکار کیا۔ خلیفہ نے زبردستی اس زمین کو لے کر اپنا محل بنوایا۔ اس بیوہ نے قاضی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ قاضی نے اس سے کہا کہ تم اس وقت جاؤ۔ میں انصاف کرنے کی کوشش کروں گا۔

جس وقت پہلے پہل الحکم اپنا محل اور باغ ملاحظہ کرنے گیا۔ تو اسی وقت قاضی بھی وہاں خود ایک گدھا اور ایک خالی بورا لے کر گیا۔ اور خلیفہ سے وہاں کی مٹی لینے کی اجازت چاہی۔ اجازت دی گئی۔ قاضی نے اس بورے میں مٹی بھر کر عرض کی کہ مہربانی فرما کر اس بورے کے اٹھانے میں اس کی مدد کی جائے۔ خلیفہ نے اسے ایک مذاق سمجھا اور بورے میں ہاتھ لگا کر اٹھانے کی کوشش کی۔ چونکہ وزن زیادہ تھا خلیفہ سے ذرا بھی نہ اٹھا۔

اس وقت قاضی نے کہا کہ اے خلیفہ جب تو اتنے سے بوجھ کو اٹھانے کے قابل نہیں تو قیامت کے دن جبکہ ہم سب کا مالک انصاف کرنے کیلئے عرش پر جلوہ فرما ہوگا اور جس وقت وہ غریب بیوہ جس کی زمین تو نے بزور لے لی ہے اپنے پردہ گناہ سے انصاف کی خواہاں ہوگی تو اس تمام زمین کے بوجھ کو کس طرح اٹھائے گا خلیفہ اس تقریر سے بہت متاثر ہوا اور فوراً اس زمین اور محل کو مع تمام چیزوں کے اس ضعیفہ کو عطا کر دیا جب خلیفہ علماء کا اس قدر احترام کیا کرتے تو بخوبی اندازہ کیا جاسکتا کہ ان کا اثر پبلک پریس قدر ہوگا اب اس حق جس وقت ملک شاہ

کے پاس جا رہا تھا تو قدیم کسی کیلئے خلعت اس قدر اماند آتی کہ سواری کا چلنا دشوار تھا۔ لوگ جب قدموں کو نہ چوم سکتے تو بہت سے لوگوں نے گھوڑے کی دم چوم لینے پر اکتفا کیا۔ امام احمد بن حنبل کا جب انتقال ہوا تو ایک جنازہ میں آٹھ لاکھ

پر لطف دعوت کی۔ جس میں تمام علماء و شریک تھے اور بھرے جلسہ میں قاضی مندر سے معافی مانگی۔ قاضی صاحب نے اس وقت بھی رعایت نہیں کی اور دیر تک خلیفہ کو نصیحت کرتے رہے۔

الحکم بن ناصر بھی علماء کا بہت قدردان تھا۔ اس کے عہد میں قرطبہ یونیورسٹی کے پروفیسر مشہور فقیہ ابو ابراہیم تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ طلباء کو درس دے رہے تھے کہ ایک خواجہ سرانے حاضر ہو کر عرض کی کہ امیر المومنین نے محل شاہی میں فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ یہ ایسا حکم تھا جس کی معافیت نہیں ہونی چاہئے تھی۔ کسی شخص کی اتنی جرأت نہیں کہ سلطان وقت سے حکم کی تعمیل میں ایک لمحہ بھی تاخیر کرے۔ کیونکہ خلیفہ کے کسی حکم کی نافرمانی بدترین جرم تھا۔ مگر اس علامہ نے بغیر کسی پروا کے قاصد سے کہلایا کہ "حضرت امیر المومنین کی طلبی سے میری سجد عزت ہوئی مگر قاصد نے مجھ سے ایسے وقت میں ملاقات کی کہ جب میں طلباء کو حدیث کا درس دینے میں مشغول ہوں۔ درس کے بعد فوراً حاضر خدمت ہوں گا۔ اگر اس وقت حاضر ہوتا ہوں تو طلباء کا سخت نقصان ہوتا ہے۔"

قاصد سخت گھبرایا لیکن مجبوراً امیر المومنین کی خدمت میں علامہ کے جواب کو عرض کیا تو ڈی دیر کے بعد اسی قاصد نے پھر فقیہ صاحب کو حاضر ہو کر کہا کہ حضرت امیر المومنین جناب کے جواب سے بہت خوش ہوئے اور اس غلام کو حکم ہوا کہ جب درس سے فارغ ہوں تو ساتھ لے کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوں۔ امیر المومنین جناب کے منتظر رہیں گے۔

ایک بار الحکم کو اپنا محل بنانا تھا۔ اتفاق سے

معجزہ شق القمر احادیث کی روشنی میں

(۲)

(مولانا سید محمد عظیم الاحسان صاحب مفتی مسجد خد اکلنتہ کے قلم سے)

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گواہ رہنا۔
اس حدیث کو امام مسلم صاحب نے اپنی صحیح
کی جلد ۲ ص ۳۴۳ باب الشقاق القمر میں سند سے
روایت کیا ہے۔

(۷) ”بینا نحن مع رسول الله صلى الله عليه
والله وسلم بمنى اذا انفلق القمر فلقتين
فكانت فلقته دراء الجبل فلقته دونه فقال
لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم (شهدوا)
منى میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ
تھے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک حصہ
پہاڑ کے پیچھے رہا دوسرا پہاڑ کے سامنے آ گیا۔ تو
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا
گواہ رہنا۔“

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح جلد دوم
ص ۳۴۳ میں چند سندوں سے روایت کیا ہے۔

(۸) انشق القمر على عهد رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم فلقين فستر الجبل فلقته
وكانت فلقته فوق الجبل فقال رسول الله صلى

الله عليه وسلم اللهم اشهد - حضور پر نور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے
ہو گئے۔ ایک ٹکڑے کو پہاڑ نے ڈھانپ لیا اور
ایک ٹکڑہ پہاڑ کے اوپر رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) ”انشق القمر على عهد رسول الله
صلى الله عليه وسلم فرتين فرقة فوق الجبل
وفرقة دونه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اشهدوا - حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑہ پہاڑ
کے اوپر رہا۔ دوسرا سامنے آ گیا۔ تو حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گواہ رہنا۔“

اس حدیث کو حضرت امام بخاریؒ نے صفحہ
۷۲۱، ۷۲۲ جلد دوم باب وانشق القمر میں سند
سے روایت کیا ہے۔

(۵) ”انشق القمر وفن مع النبي صلى الله
عليه وآله وسلم فصارت فرقتين فقال لنا
اشهدوا واشهدوا - ہم حضور پر نور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے
حضور نے ہم لوگوں سے فرمایا گواہ رہنا گواہ رہنا۔
اس حدیث کو بھی حضرت امام بخاریؒ نے
باب مذکور صفحہ ۷۲۱ جلد دوم میں سند سے روایت
کیا ہے۔“

(۶) انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله
عليه وسلم بشقتين فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم اشهدوا - حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے زمانہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ

نے فرمایا کہ اے اللہ تو گواہ رہ۔“

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح کی جلد ۲ کے صفحہ ۳۷ پر اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

(۹) بنما نحن مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بعثني فانشق القمر فلقنتين فلقمة من وراء الجبل وفلقمة دونه فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اشهدوا- ہم لوگ منی میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑہ پہاڑ کے پیچھے ایک ٹکڑہ پہاڑ کے سامنے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم گواہ رہنا۔“

(سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۶۱، ۱۷۹)

اور اس پر امام ترمذی نے بایں الفاظ صحت کا حکم لگایا ہذا حدیث حسن صحیح۔

(۱۰) انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال لنا النبي صلى الله عليه وآله وسلم اشهدوا- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چاند شق ہو گیا۔ تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا تم گواہ رہنا۔“ اس حدیث کو امام ترمذی نے جلد ۲ ص ۱۶۱ پر

میں اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ اور اس کی صحت کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔ ہذا حدیث حسن صحیح۔

(۱۱) "عن عبد الله بن رضى الله عنه في قوله

عمر وجل وانشق القمر قال رايت القمر وقد انشق فابصرت الجبل بين يدي فرجى القمر-

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے آیت وانشق القمر کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے چاند کو دیکھا کہ وہ بے شک دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور پہاڑ ان دونوں

ٹکڑوں کے بیچ میں ہے۔“

ان الفاظ سے حدیث مذکور مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۱۷ میں اپنی سند سے مروی ہے۔ اور اس کی تصحیح امام حاکم نے ان الفاظ سے کی ہے۔ ہذا حدیث صحیح الاسناد یعنی اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام ذہبی نے بھی تلخیص میں حدیث مذکور کی تصحیح کی ہے۔

(۱۲) "رايت القمر منشقا بشقتين مرقين بمكة قبل مخرج النبي صلى الله عليه وسلم شقة على ابى قبيس وشقة على السويد ا فقالوا انشق القمر فارتلت اقربت الساعة وانشق القمر يقول كما رايت القمر منشقا فان الذي اخبركم عن اقتراب الساعة- (ترجمہ) مکہ شریف سے ہجرت کرنے سے پیشتر میں نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ آدھا حصہ کوہ ابو قبیس پر اور آدھا حصہ سوید پر تھا۔ کفار نے کہا کہ چاند پر چاندو کیا گیا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی (قیامت نزدیک آگئی اور چاند بھٹ گیا) یعنی جیسا کہ تم نے دیکھا کہ چاند بھٹ گیا۔ اسی طرح میں نے جو تمہیں قرب قیامت کی خبر دی ہے وہ بھی حق ہے۔“

(مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۴۷۱)

اور امام حاکم نے اس حدیث کی تصحیح اس طرح کی ہے ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔

(۱۳) انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم- حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں چاند بھٹ گیا اس حدیث کو امام ابو داؤد طیالسی نے اپنی مسند کے صفحہ ۳۷ میں اپنی سند سے روایت کیا ہے

آگیا اور پہاڑ کو ڈھانپ لیا اور ایک ٹکڑہ پہاڑ کے اوپر رہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اسد تو گواہ رہ (مشکل الآثار جلد ۱ ص ۳۲)

(۱۸) انشق القمر فانقطعت فرقة منه خلف الجبل فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يقول اشهدوا۔ چاند پھٹ گیا۔ اس سے ایک ٹکڑہ کٹ کر پہاڑ کے پیچھے ہو گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتا شروع کیا ”اے لوگو گواہ رہنا“ (مشکل الآثار جلد ۱ ص ۳۲)

(۱۹) کنا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بمنى فانشق القمر فذهبت فلقة منه خلف الجبل فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اشهدوا۔ ہم لوگ مقام منیٰ میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ چاند شق ہو گیا۔ اور اس کا ایک ٹکڑہ پہاڑ کے پیچھے چلا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”گواہ رہنا“ (مشکل الآثار جلد ۱ ص ۳۲، ۳۰۳)

(۲۰) انشق القمر فرايتہ فرقتين۔ چاند پھٹ گیا۔ تو میں نے اس کو دو حصوں میں دیکھا۔ (حافظ ابو نعیم کی کتاب دلائل النبوة صفحہ ۹۵)

(۲۱) انشق القمر وغن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بمنى حتى ذهبت فرقة خلف الجبل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشهدوا ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے۔ کہ چاند پھٹ گیا۔ ایک ٹکڑہ پہاڑ کے پیچھے چلا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا ”گواہ رہنا“ (تفسیر ابن جریر جلد ۲ ص ۴۵)

(۲۲) انفلق القمر على عهد رسول الله صلى

عن عبد الله في قول الله عز وجل اقتربت الساعة وانشق القمر قال انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(۲۳) انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حتى شقتين نظر واليه فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اشهدوا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے دیکھا اچھی طرح تو آپ نے ارشاد فرمایا گواہ رہنا۔ مسند امام احمد جلد ۱ ص ۳۴)

(۱۵) ”انشق القمر وغن مع النبي صلى الله عليه وسلم بمنى حتى ذهبت فرقة منه خلف الجبل قال فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اشهدوا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے جب کہ ہم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے یہاں تک کہ ایک ٹکڑہ پہاڑ کے پیچھے چلا گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم گواہ رہنا۔“ (مسند امام احمد جلد ۱ ص ۴۵۶)

(۱۶) انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم اشهدوا۔ (ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند شق ہو گیا تو حضور نے فرمایا تم گواہ رہنا (مشکل الآثار جلد ۱ ص ۳۲)

(۱۷) انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فرقتين فستر الجبل فرقة تحت الجبل وكانت فرقة فوق الجبل فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم اللهم اشهد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑہ پہاڑ کے نیچے کی طرف

(تفسیر ابن جریر جلد ۲۷ ص ۴۵)

(۲۷) ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول قد انشق القمر - تحقیق حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا بے شک چاند پھٹ گیا تھا۔ (تفسیر جامع البیان جلد ۲۷ صفحہ ۲۶)

(۲۸) "مرایت القمر منشقا شقتین شقة علی ابی قبیس وشقة علی السویداء" - میں نے چاند کو دیکھا کہ دو ٹکڑوں میں پھٹ گیا۔ تو ایک ٹکڑہ تو پہاڑ ابو قبیس پر تھا۔ اور ایک ٹکڑہ سویدا پر تھا۔

اس حدیث کو امام و محدث عبدالرزاق نے اپنی کتاب "مصنف" نامی میں اور امام محدث بیہقی نے کتاب دلائل النبوة میں بھی روایت کیا ہے۔ فتح الباری جلد ۷ ص ۱۲۷

کتاب خصائص الکبریٰ جلد اول کے صفحہ ۱۲۵ پر یہ حدیث امام بیہقی کے حوالہ سے منقول ہے اور اتنے الفاظ اور زائد ہیں فقالوا سحر القمر فنزلت اقتربت الساعة وانشق القمر

(۲۹) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال انشق بمكة فرايته فرقتين - حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ چاند پھٹ گیا۔ جب ہم مکہ میں تھے۔ میں نے اس کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔ (فتح الباری جلد ۱۲ بحوالہ طبرانی)

(۳۰) انشق القمر علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن بمكة قبل ان نضیر الى المدينة مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے (جب ہم مکہ شریف میں تھے) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔ (فتح الباری جلد ۱۲ بحوالہ ابن مردویہ)

علیہ وسلم فرقتین فكانت فرقة علی الجبل وفرقة من درائه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اشهد - حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور ایک ٹکڑا اس کے پیچھے ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ (تفسیر ابن جریر جلد ۲۷ ص ۴۵)

(۲۳) کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بنی فانشق القمر فاخذت فرقة خلف الجبل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشهدوا - ہم لوگ منیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس چاند پھٹ گیا اور اس کا ایک ٹکڑہ پہاڑ کے پیچھے چلا گیا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ رہنا (تفسیر جامع البیان جلد ۲۷ ص ۴۵)

(۲۴) مرایت الجبل من فرج القمر حين انشق میں نے پہاڑ کو چاند کے شکاف سے دیکھا جب وہ شق ہوا (تفسیر ابن جریر جلد ۲۷ ص ۴۵)

(۲۵) قد مضى الشقاق القمر - بے شک چاند کا پھٹ جانا ہو چکا (تفسیر جامع البیان جلد ۲۷ ص ۴۵)

قال مضى خمس الدخان والروم والقمر والبطشة واللائم (صحيح بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۲)

(۲۶) قال عبد اللہ خمس قد مضين الدخان واللائم والبطشة والقمر والروم - فرمایا پانچ چیزوں کے متعلق جو واقع ہیں وہ گزر چکے ہیں - دھواں - لزام - بطشہ - چاند اور رومیوں کا واقعہ

کو دوسرے مقامات سے آنے دو۔ اور دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔ جب مسافر لوگ آئے تو انہوں نے بھی ایسا ہی بیان کیا۔

(مسند ابو داؤد طرابلسی جلد ۱ ص ۳۸) مطبوعہ ۱۳۶۱ھ
حیدرآباد دکن۔

(۳۲) انشق القمر بمكة فقالت قریش هذا سحر یحییٰ کعبہ ابن ابی کبشۃ۔ چاند پھٹ گیا۔ مکہ (شریف) میں۔ تو قوم قریش نے کہا کہ یہ جادو ہے جادو کیا ہے تم پر ابن ابی کبشۃ نے۔ (امام طحاوی کی مشکل الآثار جلد اول صفحہ ۳۰۱، ۳۰۲) (باقی آئندہ)

(۳۱) انشق القمر علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت قریش هذا سحر ابن ابی کبشۃ قال فقالوا انتظروا ما تا تکم بہ السفار فان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم لا یستطیع ان یسحر الناس کلہم فقال فجاء السفار فقالوا ذلک۔ (ترجمہ) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔ تو قریش نے کہا کہ ابن ابی کبشۃ نے جادو کر دیا ہے۔ صحابی نے فرمایا کہ پھر ان کافروں نے آپس میں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتے مسافروں

فرق باطلہ اور انکارِ حشر

علامہ ابن قیم کی تصریحات

(۶)

(مترجمہ مولانا حافظ محمد اویس صاحب پرفیسر ایم اے او کالج امرتسر)

اس روایت کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں نہ کسی پر طعن کیا گیا ہے۔ نہ کسی کی بُرائی بیان کی گئی ہے۔ بلکہ آنحضرتؐ نے تینوں اولوالعزم پیغمبروں کی تعریف کی ہے۔ یہ جو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اَنَا اَخْتُ بِلِلَّهِ مِنْ اَبْنِ اِبْرٰهیمؑ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آنحضرتؐ پر یہ آیت اُتری :-

وَ اذْ قَالَ اِبْرٰهیمُ رَبِّ اَرٰنِیْ کَیْفَ یُخْرِیْ الْمَوْتٰی رَبُّنَّجَّ دَکْھَادُوْکَ مُرْدَیْ قَالَ اَوَلَمْ تَوُوءْ مِنْ قَالِ کَیْفَ زَہْدَہُ کَرْتِہُ حَکْمَہُ کَیْفَ تَمَّ نَہْیُہُ یَقِیْنُ نَہْیُہُ کَہُ۔

کہتے ہیں کہ تم نے حضرت تعظیمِ انبیاء کا مسئلہ ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ”آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ شک کے لائق ہوں۔ اور اللہ حضرت لوطؑ پر رحم کرے کہ وہ کسی محکمِ آسرے کے متلاشی تھے۔ اور اگر مجھے حضرت یوسفؑ کی طرح (ربائی کی) خبر دی جاتی۔ تو میں اسے فوراً قبول کر لیتا“ یہ روایت حضرت ابراہیمؑ حضرت لوطؑ اور آنحضرتؐ پر طعن ہے۔

جواب اگر معترض نے ہٹ دھرمی سے کام نہیں لیا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ اس نے

تختیاں اتنے زور سے زمین پر پٹخ دیں کہ لوٹ گئیں۔

نیز گو سب مسلمانوں کو قیامت، حساب، جنت اور دوزخ پر یقین ہے۔ لیکن جو یقین مشاہدے سے حاصل ہوگا۔ وہ اس سے بدرجہا زیادہ ہوگا۔ جواب ان کو حاصل ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے بھی دو نو یقینوں میں سے اعلیٰ درجے کا یقین حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی۔ چنانچہ ان کی درخواست جناب باری نے سنی اور ان کو یقین مشاہدہ کے بلند رتبے پر پہنچایا۔

اور آنحضرتؐ نے حضرت حدیث کا دوسرا جزو لوطؑ کے بارے میں جو

فرمایا ہے۔ کہ ”امدان پر رحم کرے کہ وہ ایک محکم آسے کے متلاشی تھے۔“ تو اس میں آپؐ نے ان کے اس قول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةٌ اَوْ اِنْ اِغْرَمْتُ فِيْ سَبْعٍ مِّائَةٍ نَّجْرًا لَّجَا بِكُمْ اَنْتُمْ وَابْنُ مَرْثَدَةَ لَّئِيْ اَكُوْنَنَّ مَعَ السَّارِقِيْنَ
اَوْ اِنْ اِغْرَمْتُ فِيْ سَبْعٍ مِّائَةٍ نَّجْرًا لَّجَا بِكُمْ اَنْتُمْ وَابْنُ مَرْثَدَةَ لَّئِيْ اَكُوْنَنَّ مَعَ السَّارِقِيْنَ
مطلب یہ کہ اس وقت وہ قوم کے بڑے ارادوں سے اتنے تنگدل اور پریشان ہوئے کہ رکن شدید یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کی آرزو کرنے لگے۔

محدثین لکھتے ہیں کہ ان کے بعد جتنے انبیاء مبعوث ہوئے وہ ایک مضبوط اور طاقتور قبیلے میں سے مبعوث ہوئے۔ تاکہ ایسے مواقع پر ان کے پاس مدد حاصل کرنے کا ظاہری سامان بھی موجود ہو۔ اور وہ بد معاشوں اور نفس پرستوں کا مقابلہ کر سکیں۔

اور یہ جو حضرت یوسفؑ کی حدیث کا تیسرا جزو کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ اگر ان کی جگہ مجھے رہائی کی خبر دی جاتی۔ تو میں بلا میں پیش

کیوں نہیں۔ لیکن اس واسطے کہ میرے دل کو تسکین ہو۔ تو بعض لوگوں نے کہا ”اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے تو اللہ تعالیٰ کے خالق اور قادر ہونے میں شک کیا تھا۔ اور آنحضرتؐ کو اس بات میں کبھی شک نہیں ہوا۔“ اس پر آپؐ نے تواضع کے طور پر فرمایا کہ ”جب ہم نے جو حضرت ابراہیمؑ سے کم ہیں۔ شک نہیں کیا۔ تو خدا کا وہ جلیل القدر پیغمبر کیسے شک کر سکتا تھا؟“ اس طرح آپؐ نے لوگوں کو انبیاء کرام کے متعلق چہ میگوئیاں کرنے سے روک دیا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یقین کی دو قسمیں اگر شبہ کیا جائے کہ اگر حضرت یقین کی دو قسمیں ابراہیمؑ کو شک نہیں تھا۔ تو انہوں نے یہ کیوں کہا ”وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قُلُوْبِيْ“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اطمینان سے مراد رفع شک نہیں۔ بلکہ مشاہدے کا اطمینان ہے۔ کیونکہ یقین کی دو قسمیں ہیں۔ یقین سماعت یقین مشاہدہ اور مشاہدہ کا یقین سماعت کے یقین سے زیادہ پختہ ہوتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کی گوسالہ پرستی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

”لَيْسَ الْخُبْرُ كَالْمَعَانِ“ سنی سنائی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح یقینی نہیں ہو سکتی۔

کیونکہ جب خدا نے ان سے کوہ طور پر کہا۔ کہ تمہارے پیچھے بنی اسرائیل نے پھڑپھڑے کی پوجا شروع کی ہے۔ تو ان کو غصہ ضرور آیا لیکن پھر بھی انہوں نے توریت کی تختیاں فی الفور نہیں پھینکیں۔ مگر جب اپنی آنکھوں سے ان کا شرک دیکھا۔ تو غصے سے بھر گئے۔ اور

اسے سن نہیں سکے ہیں۔ اصل عبارت یقیناً یوں تھی :-

لایبقی علی الارض | اس دن تم میں سے کوئی
منکم یومئذ نفس | جاندار باقی نہیں ہوگا
منفوسۃ ”

یعنی حاضرین میں سے کوئی سانس لینے والا شخص باقی نہیں رہے گا۔ یہ بالکل ایسا ہے۔ جیسے حضرت ابن مسعودؓ والی روایت لیلۃ الجن میں لفظ ”غیرہ“ رہ گیا ہے۔

ہمارے اس دعوے کی دلیل یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ابن مسعودؓ سے کہا۔ ”کیا تم لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے ہو؟“ انہوں نے کہا ”ہاں۔“ دیا کرتا ہوں۔ اور ان کو یہ بھی بتاتا ہوں کہ انجامِ بُرا ہی ہے۔“ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا تم نے آنحضرتؐ سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سنا ہے :-

لایأتی علی الناس سنة | سو سال پورے ہونے
مائة و علی الارض | پر زمین جان داروں سے
عین قطرة ” بالکل خالی ہو جائے گی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ”اس حدیث کے سمجھنے میں تم نے سخت دھوکا کھایا ہے۔ یہ تو آنحضرتؐ نے حاضرینِ مجلس کے بارے میں فرمایا تھا۔ ورنہ اسلامی فتوحات اور دین کی نشر و اشاعت تو ایک صدی کے بعد ہی ہوئی ہے“ حضرت علیؓ کے اس ارشاد سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ پیشینگوئی ایک خاص جماعت کے حق میں کی تھی۔

سورج اور چاند دونوں میں طالعِ جائینگے

اسے قبول کر لیتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ بڑے صابر اور مستقل مزاج بزرگ تھے جب ایک مدت کی قید کے بعد ان کو رہائی کی خوشخبری سنائی گئی تو انہوں نے خبر سنانے والے سے کہا :-
ارجع الی ربک فاسئلہ ”اپنے آقا کے پاس واپس جا کر
ما بال النسیۃ الا قتی“ ”پوچھ لو کہ ان عورتوں کی کیا
قطعت ایدینہن“ ”حقیقت ہے جنہوں نے اپنے
ہاتھ کاٹے تھے“

اور اسی وقت جیلخانے سے باہر نہ آئے۔ اگر ان کی جگہ میں ہوتا۔ تو شاید مزید انتظار نہ کرتا۔ یہ بھی آنحضرتؐ نے تو اضع کے طور پر فرمایا ہے۔ اور حضرت یوسفؑ کے استقلال مزاج کی تعریف کی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اگر آپ ان کی جگہ ہوتے تو واقعی فوراً باہر نکل جاتے۔ یا یہ کہ اگر حضرت یوسفؑ خبر سننے ہی باہر نکل آتے۔ تو اس سے ان کی شان گھٹ جاتی۔ یا گنہگار ہو جاتے مطلب صرف یہ ہے۔ کہ حضرت یوسفؑ اس آزمائش میں پورے صابر اور مستقل مزاج ثابت ہوئے۔

ایک صدی والی حدیث

کہتے ہیں۔ تم روایت کرتے ہو۔ کہ ”آنحضرتؐ نے ایک صدی کا ذکر کر کے فرمایا۔ کہ ایک سو سال کے بعد کوئی جاندار سطحِ زمین پر باقی نہیں رہیگا“ یہ حدیث مشاہدہ اور واقعات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ہم سب ایک صدی کے بہت بعد اس زمین پر زندہ اور آباد ہیں۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ اس حدیث میں راویوں سے ایک لفظ رہ گیا ہے۔ یا تو وہ بھول گئے ہیں۔ یا آپ نے اتنا آہستہ کہا ہے۔ کہ حاضرین

جواب

گرمی سے زمین پر بسنے والوں کو ہلاک کر ڈالتا “
ایک دفعہ آپ نے سورج کے بارے میں فرمایا :-
”ما ترتفع فی السماء قصۃ“ جب سورج آسمان میں
الافتح لہا باب من ابواب النار فاذا قاتل
الظہیرۃ ففتحت الابواب کھل جاتا ہے۔ جب دوپہر ہو
گلاھا “ کھل جاتی ہے تو سارے دروازے
کھل جاتے ہیں “

یہی حدیث اس بات کا پتہ بھی دیتی ہے کہ سورج
کی تمازت کا تعلق جہنم کی گرمی سے ہے۔ اسی لئے
آنحضرتؐ نے نصیحت فرمائی ہے :-

اَبْرُدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ رَفِیحٍ
نماز کو وقت ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ کیونکہ سخت گرمی دوزخ
جہنم کی لپٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سورج آگ کا ایک
گولا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آگ کو اگر آگ میں ڈال
دیا جائے۔ تو یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اس کو عذاب دینے
کے لئے آگ میں جھونکا گیا ہے۔

جزا و سزا کی بنا اختیار پر، نیز یاد رکھنا چاہئے
جس چیز کو قدرت نے ایک خاص کام پر لگایا ہے۔
جیسے آگ، آسمان، اور سمندر تو نہ ان کو کسی
کارگزاری پر ثواب ملتا ہے اور نہ کسی نقصان پر
عذاب ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا یہ اعتراض تو بالکل ایسا تھا
جیسے کسی نے یہ آیت سنی :-
وقودھا الناس و دوزخ کا ایندھن آدمی
المحارۃ اور پتھر ہیں
تو کہنے لگا پتھر کا تصور کیا ہے ؟

کہتے ہیں۔ تم عبد اللہ وانا سے روایت کرتے
ہو۔ کہ ”میں جامع بصرہ میں ابوسلمہ بن عبد الرحمن کی
مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں حسن بصریؒ بھی
تشریف لے آئے۔ ابوسلمہؒ نے حضرت ابوہریرہؓ
سے روایت کی۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے :-

”ان الشمس والقمر ثوران“ سورج اور چاند دونوں
مکثوران فی النار ہیں لپیٹ کر قیامت کے دن
القیامۃ “ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے

اس پر حسن بصریؒ نے کہا ان دونوں کا تصور کیا
ہے جس پر یہ آگ میں ڈالے جائیں گے؟ ابوسلمہؒ
نے کہا میں اپنی رائے نہیں بتاتا حدیث بیان کر
رہا ہوں۔ حسن بصریؒ تو یہ جواب سن کر چپ ہو رہے
مگر لوگوں نے کہنا شروع کیا۔ کہ بات انہوں نے پتے
کی ہے۔ یہ انہوں نے آنحضرتؐ کی نہیں بلکہ ابوسلمہؒ
یا ابوہریرہؓ کے قول کی تردید کی ہے۔ واقعی سورج
اور چاند کا گناہ کیا ہے۔ جس پر ان کو سزا دی جائیگی
حدیث اپنی جگہ بالکل صحیح ہے یا درہے
جواب کہ سورج اور چاند دوزخ میں اس
لئے نہیں ڈالے جائیں گے۔ کہ ان کو عذاب دیا
جائے۔ بلکہ چونکہ یہ دونوں آگ سے بنے ہیں اس
لئے اپنے اصل کی طرف واپس لوٹ جائیں گے۔
وہ گئی یہ بات۔ کہ کیا واقعی یہ دونوں آگ کے
گولے ہیں۔ تو اس کے لئے ذیل کی حدیثوں کو
سن لیجئے :-

ایک دفعہ سورج ڈوب گیا۔ تو آنحضرتؐ
نے فرمایا :-

فی نار اللہ الحامیۃ لولا سورج خدا کی گرم آگ
ما یزعمہا من امر اللہ تعالیٰ میں پڑا ہے۔ اگر خدا کا
لاہلکت ما علی الارض حکم اسے نہ روکتا تو وہ اپنی

متعدی امراض بدلی اور شکون کی بحث

(۱) کہتے ہیں۔ تم نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے :-

لا عدد وی ولا طیور تعدی مرض اور بدلی کی کچھ حقیقت نہیں (۲) نیز تم نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ سے کہا گیا کہ جب ایک اونٹ کے ہونٹ پر کھجلی نمودار ہوتی ہے۔ تو آہستہ آہستہ سارے گھر کے اونٹ خارش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا :-

فما اعدی الاول ؟ تو پھر پہلے اونٹ تک مرض کہاں سے پہنچا ؟

ایک طرف تو تم نے تعدیہ کے خلاف یہ روایتیں بیان کی ہیں۔ اور پھر خود ہی ان کے خلاف روایت کرتے ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے :-

(۱) لا یومر دن ذوعاھۃ کوئی مریض تندرست علیٰ مصحح کے پاس نہ جائے۔

(۲) فتر من الجن دم فدرک حذامی سے ایسے بھاگو جیسے من الاسد شیر سے بھاگتے ہو۔

(۳) نیز ایک دفعہ ایک جذامی نے آپؐ کی خدمت میں بیعت کرنے کے لئے حاضر ہونا چاہا۔ آپؐ نے اس کو کہلا بھیجا کہ تمہاری بیعت ہو چکی۔ وہیں سے واپس چلے جاؤ۔ حاضر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۴) نیز آپؐ نے فرمایا ہے :-

الشئ م فی المرأة والداری نخوست عورت گھر اور والد ابۃ۔ مویشی میں ہوتی ہے۔

یہ تمام روایتیں باہم متعارض اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔

ان روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ جواب ہر روایت کے لئے ایک خاص محل ہے

جب اس کو وہاں رکھ دیا جائے۔ تو سارے اختلافات مٹ جاتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ کا مطلب صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔

تعدی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو متعدی امراض

حذام کی تعدی ہے۔ جذامی کے منہ سے بدبودار ہوا نکلتی ہے۔ جس کے سٹرل جراثیم اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ جذامی کے پاس رہنے والی بیوی کو بھی عموماً جذام لاحق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی جو اولاد پیدا ہوتی ہے۔ وہ بھی ان جراثیم کو لے کر پیدا ہوتی ہے

یہی حال سل، دق اور کھجلی وغیرہ چھوت کی بیماریوں کا ہے۔ اور اطباء لوگوں کو ایسے مریضوں کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس سے

ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ یہ امراض متعدی ہیں بلکہ لوگوں کو مریض کے سانس اور دوسرے جسمانی عوارض کو سونگھنے سے بچانے کے لئے وہ ایسا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تجربہ ہے۔ کہ زیادہ عرصے تک ان کو سونگھتے رہنے سے دوسرے لوگ بھی ان امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح جب ایک خارش والا اونٹ دھڑکے اونٹوں میں شامل ہو کر اپنی رطوبت ان کے جسم کو لگا دیتا ہے۔ تو وہ بھی اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے :- لا یومر دن ذوعاھۃ کوئی مریض کسی تندرست علیٰ مصحح کے پاس آیا جائیادہ کرے۔

مطلب یہ ہے کہ اس طرح ایک آفت زدہ دوسرے کو اپنے لعاب دہن، رطوبت بدن، اور جسمانی رگڑ سے بیمار کر دے گا۔

تعدی کی دوسری قسم دوسرے قسم کی تعدی و باء
تعدی کی دوسری قسم طاعون کی ہے۔ یعنی جس
آبادی میں طاعون پھوٹ پڑے۔ کیا وہاں سے جان
بچانے کے لئے بھاگنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔
اس بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے جب
تمہاری بستی میں طاعون پھوٹ پڑے۔ تو وہاں سے
ڈر کے مارے مت بھاگو۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ
بھی فرمایا ہے۔ کہ جس بستی میں طاعون ہو اس میں
داخل بھی مت ہو۔

آپ کا مطلب یہ ہے۔ کہ طاعون کی جگہ سے
اس خیال سے مت بھاگو۔ کہ تم تقدیر الہی سے بھاگ
سکو گے۔ اور وہاں داخل ہونے کی جسارت بھی مت
کرو۔ تاکہ دل کی دھکڑ پکڑ اور بے چینی سے محفوظ رہو
لحدیٰ سے مراد بعض مکانِ نحوست کے لئے
عوام میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب کسی آدمی
کو ان سے تعلق رکھنے پر کوئی مصیبت پیش آتی ہے
تو وہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ اس عورت یا مکان کی نحوست کا
اثر ہے۔ آنحضرتؐ نے اس غلط خیال کی تردید کرنے
ہوئے فرمایا ہے۔

لحدادی ولا طیرۃ۔ تعدیہ اور نحوست کوئی چیز نہیں
اور یہ جو حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرتؐ سے
روایت کی ہے۔ الشئ فی المرأة الخ تو اس میں
حضرت ابوہریرہؓ کو سہو ہوا ہے۔ کیونکہ مجھے ابوہریرہؓ
اعرج سے حدیث پہنچی ہے۔ کہ دو آدمیوں نے
حضرت عائشہؓ کے پاس جا کر کہا کہ ابوہریرہؓ آنحضرتؐ
سے روایت کرتے ہیں۔

انما الطیرۃ فی المرأة و عورت، جانور اور گھریں
الدابة والداس نحوست ہوتی ہے۔

یہ سن کر وہ بہت غصے ہوئیں۔ اور فرمایا۔ خدا
کی قسم جو شخص آنحضرتؐ سے یہ روایت کرتا،
وہ جھوٹ کہتا ہے۔ آنحضرتؐ نے یوں فرمایا،
کہ ”جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا خیال تھا۔ کہ
بدفالی، عورت، جانور اور گھر سے لی جاسکتی ہے“
پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت تلاوت کی :-

ما اصاب من مصیبةٍ تم کو جان و مال کی جو مصیبت
فی الامرض ولا فی انفسکم الا فی کتاب
من قبل ان نبواھا

نیز مجھے حضرت انسؓ سے روایت پہنچی ہے۔
فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی نے آنحضرتؐ
سے کہا۔ ہم فلاں مکان میں رہتے تھے وہاں ہماری
تعداد بڑھتی رہی۔ اور مال زیادہ ہوتا رہا۔ پھر ہم نے
وہ مکان بدل دیا۔ تو نئے مکان میں ہماری تعداد بھی
گھٹ گئی اور مال بھی کم ہو گیا۔ آپ نے جواب دیا۔
اس مکان کو چھوڑ دو۔ وہ اچھا مکان نہیں ہے۔
یہاں آپ نے ان کو مکان بدلنے کا مشورہ اس
لئے دیا ہے۔ کہ انسان کی فطرت ہے۔ کہ جب اسے
کسی چیز سے بظاہر تکلیف پہنچتی ہے۔ تو وہ اس سے
نفرت کرنے لگتا ہے۔ خواہ اس تکلیف کا اصل
سبب کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ لوگ اس مکان سے
دل برداشتہ ہو رہے تھے۔ کیونکہ وہاں آباد ہونے
کے بعد ان کو نقصان پہنچا تھا۔ اور انسان جہاں نقصان
اٹھاتا ہے۔ اس جگہ سے نفرت کرنے لگتا ہے اس لئے
آپ نے ان کو وہاں رہنے پر مجبور کرنا مناسب نہ
سمجھا۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدفالی کیونکر
مان سکتے تھے۔ بدفالی تو ایسی لغو چیز ہے۔ جسے
کوئی عقلمند باور نہیں کر سکتا۔

کیا کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا بد فالی کی وجہ سے اپنا کام مت روکو۔ گمان کو یقین تک نہ پہنچاؤ۔ اور حسد کی وجہ سے کسی پر زیادتی نہ کرو۔

فال نیک لینا یاد رہے۔ کہ آنحضرت م عمدہ نام اور نیک فال کو پسند کرتے تھے

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ آپ فال کا اثر مانتے تھے۔ بلکہ یہ انسان کی فطرت ہے۔ کہ ہر اچھی چیز اسے پسند ہوتی ہے۔ مبارکباد سن کر وہ اسی طرح خوش ہوتا ہے۔ جس طرح کوئی عمدہ نظارہ یا خوبصورت چہرہ دیکھ کر وہ مسرت محسوس کرتا ہے۔ گوان چیزوں سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ آنحضرت م کو ترخ، سرخ، کبوتر اور گل حنا پسند تھے۔ یہ پسندیدگی بالکل ایسی تھی۔ جیسے آپ کو عمدہ نام اور نیک فال پسند تھے۔ اور ان کے مقابلے پر ہرے نام نا پسند تھے۔ مثلاً بنو ناز۔ بنو حراق۔ بنو زئیمہ۔ بنو حزن وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ آنحضرت م فال کے اثرات کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ صرف فطرت انسانی کی اس خاصیت کی وجہ سے کہ وہ اصل سبب اور مسبب کے باہمی تعلق سے بے خبر ہوتا ہے۔ اور ایک غیر سبب کو مسبب ٹھہر لیتا ہے۔ آپ نے ان کو شکوک، اوہام اور اکھڑ پکھڑ سے بچے رہنے کی تلقین کی ہے۔

ب کہتے ہیں۔ تم نے خواب بن اُرت سے روا اوفا نماز کی ہے۔ کہ ہم نے آنحضرت م سے گرمی کی شکایت کی۔ مگر آپ نے اس کا ازالہ نہیں کیا (یعنی ہم نے گرمی کی وجہ سے چاہا تھا۔ کہ ظہر کی نماز فرادیر سے پڑھائی جایا کرے۔ مگر آپ اس پر رضا مند نہیں ہوئے) پھر تم ہی روایت کرتے ہو کہ آنحضرت م نے فرمایا ہے۔ کہ ظہر کو ٹھنڈا کیا کرو۔ کیونکہ گرمی کی

بد فالی اور عرب زمانہ جاہلیت میں بھی جبکہ عرب بد فالی نہ لینے والے شخص کی تعریف ہوتی تھی شاعر کہتے ہیں

ولیس یھیاب اذا شد راحلہ
يقول عدا فی الیوم واق و حاتم
جب وہ سفر کے لئے سامان باندھتا ہے۔ تو یہ کہہ کر ارادہ ملتوی نہیں کرتا۔ کہ سامنے سے کوئی یا کوئی دوسرا پرندہ نکل گیا۔

ولکنہ یضی علی ذاک مقدما
اذا صد عن تلك الهبات الخثار
جب شگون لینے والے ایسی باتوں پر سفر سے رُک جاتے ہیں تو وہ برابر آگے بڑھتا ہے۔

مرقس نے کہا ہے
ولقد عندوت و كنت لا
اغدو علی واق و حاتم
میں صبح سویرے نکلتا ہوں۔ اور کووں وغیرہ کے شگون کی پرواہ نہیں کرتا۔

فاذا الا شائم کالایا
من والا یا من کالاشاعر
میں نے آزمایا ہے کہ مشوم اور میمون چیزیں دراصل نہ مبارک ہیں اور نہ نامبارک۔

و کذاک لا خیر ولا
شر علی احد بدائم
اسی طرح مجھے یقین ہے کہ راحت اور تکلیف ہمیشہ رہنے والی چیزیں نہیں ہیں۔

نیز آنحضرت م نے فرمایا ہے۔ کہ تین چیزوں سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ بد فالی۔ گمان۔ اور حسد سے۔ کسی نے عرض کی۔ کہ پھر ان کے ہوتے ہوئے

جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے گرمی کی شکایت کی۔ تو آپ نے خود اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ ہاں دوسرے لوگوں کی آسانی کے لئے آپ نے ظہر کی تاخیر کا حکم دے دیا۔ یہ بالکل ایسی بات ہے۔ جیسے خود تو صبح کی نماز سویرے پڑھتے تھے۔ مگر دوسروں کو حکم دیا تھا۔ کہ اسفار کیا کرو۔

رہ گئی یہ بات۔ کہ کیا واقعی آپ ظہر کی نماز سویرے پڑھتے تھے؟ سو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔ کہ ”آپ ہجیرہ اولیٰ (ظہر) کو زوال کے وقت پڑھتے تھے“ (باقی آئندہ)

شدت و وزخ کی لپٹ سے پیدا ہوتی ہے۔ کیا ان دونوں روایتوں میں صریح تعارض نہیں ہے؟

ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے **جواب** کیونکہ نماز کا پہلا وقت پسندیدہ وقت ہے۔ اور آخری وقت خدا کی طرف سے ایک معافی ہے۔ اور معافی ہمیشہ کسی تقصیر کا ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر کام کو پسندیدہ اور بہترین طریق پر کیا کرتے تھے۔ ہاں عمر میں ایک دو دفعہ رخصت پر بھی عمل کر لیتے تھے۔ تاکہ دوسرے لوگوں کو اس کا جواز معلوم ہو سکے۔ اس لئے جب

بحث و نظر

مسئلہ تقلید و اجتہاد

”شمس الاسلام“ میں زیادہ تر اصولی مباحث و عقائد کے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں۔ خدوئی اور اجتہادی مسائل پر بھی حد مناسبت تک کبھی کبھی کچھ لکھ دیا جاتا ہے۔ ذیل میں تقلید و اجتہاد کے موضوع پر شمس العلماء مولانا حافظ مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بلند پایہ مقالہ درج کیا جا رہا ہے۔ مولانا مرحوم نے جس اخلاص اور قابلیت و ممانعت کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث فرمائی ہے وہ اس قابل ہے کہ انصاف پسند حضرات اس کو غور سے پڑھیں۔“ (مدیر)

ہماری خواہش اور ارادے کے ماتحت اور زیر اثر ہوں اس قسم کے افعال کو افعال اضطراریہ کہتے ہیں۔ مثلاً ان کے دوسری قسم کے وہ ہمارے افعال و اعمال ہیں جو ہماری خواہش اور ہماری قدرت سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور ان کو ہم جب چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جب نہیں چاہتے نہیں کرتے۔ مثلاً ہمارا چلنا پھرنا دیکھنا بھالنا۔ بولنا چالنا۔ لینا دینا وغیرہ وہ سارے معمولی کاروبار جو دن رات ہم کیا کرتے ہیں۔ اس قسم کے کاموں کا افعال ارادیہ یا افعال اختیاریہ

یہ بات بالکل صاف ہے کہ ہمارے افعال و اعمال یا یوں کہیں ہماری حرکات و سکنات کی دو قسمیں یا دو حصے ہیں۔ ایک قسم کے وہ افعال و اعمال ہیں جن کا ہونا نہ ہونا ہمارے اقتدار اور ہماری خواہش کے زیر اثر نہیں ہے مثلاً ہمارے شش کی دائمی حرکت۔ دوران دم اور وہ تمام افعال جو ہماری اندرونی قوتوں (قوت ہضمہ قوت غاذیہ۔ قوت نامیہ وغیرہ) کی قدرتی مشین سے برابر رات دن صدور پذیر ہوتے رہتے ہیں اور ہم کو ان کے ہونے یا نہ ہونے کی خبر نہیں ہوتی چاہے جانشین وہ

نام ہے۔

ان دونوں قسموں میں سے پہلی قسم کے افعال یعنی افعال اضطراریہ مذہبی قانون کی تاثیر یا بلفظ دیگر شرعی حکم کے تعلق سے بالکل بالاتر ہوتے ہیں۔ مثلاً ہماری بیض یا شش کی حرکت کو شرعاً فرض یا حرام کہنا درست نہیں ہے۔ اور قوت مصورہ کی صورتگاری کو شرعاً مباح یا مکروہ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن دوسری قسم کے افعال یعنی افعال اختیاریہ کی حالت اس حال سے بالکل برعکس ہے۔ وہ ہتما مذہبی قانون کے زیر اثر ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کسی نہ کسی قسم کا حکم شرعی ضرور خاص تعلق رکھتا ہے۔ اگر شیرہ انگور کاپنی لینا شرعاً مباح ہے تو انگوری شراب کا پینا حرام۔ اسی طرح اگر خداوند عالم کے لئے سجدہ کرنا عین ایمان ہے۔ تو غیر اللہ کی عبادت کرنی صریح کفر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ غرض تعلق حکم شرعی کے لحاظ سے ہمارے تمام افعال اختیاریہ تین حصوں میں منقسم ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کے وہ افعال و اعمال ہیں جن کے کرنے اور بجالانے کی شرعاً ترکیب کی گئی ہے ان کو میں فرائض شرعیہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہوں مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقات۔ خیرات وغیرہ وغیرہ۔ دوسری قسم کے وہ افعال و اعمال ہیں جن سے بچنے اور باز رہنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ میں انکا ممنوعات شرعیہ نام رکھتا ہوں۔ مثلاً شراب پینا۔ زنا۔ کرنا۔ قمار بازی کرنا اور..... سود لینا وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے افعال کی یہ دونوں قسمیں ہمارے لئے نہایت اہتمام اور اعتنا کے لائق ہیں۔ اور کلام الہی میں جا بجا ان کے اہتمام کی طرف پر زور توجہ دلائی گئی ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَلَوْ أَنَّ اللَّهَ لَجَعَلَ لَكُمُ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَلَتَسْتَلْزِمُنَّ عُتَمًا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ وغیرہا من الایات۔ تیسری قسم کے وہ افعال و اعمال ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے میں سے کسی طرف کی بھی ترکیب نہیں کی گئی ہے۔ اس قسم کے افعال و اعمال کو مباحات شرعیہ کہتے ہیں۔ مثلاً گوشت کھانا۔ شکار کھیلنا۔ دو یا دو سے زیادہ نکاح کرنا۔ کسب معاش کی غرض سے کوئی سی زبان سیکھنا وغیرہ وغیرہ مشہور حدیث نبوی علیہا الصلوٰۃ والسلام انتم اعلم بامور دنیا کہ میں اسی تیسری قسم کے افعال و اعمال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی اس قسم کے افعال و اعمال کے کرنے یا نہ کرنے میں تمکو پورا اختیار ہے۔ شارع کی طرف سے اسے کسی پہلو کے اختیار کر لینے پر نہ کوئی باز پرس ہے اور نہ کوئی انعام یا صلہ جب یہ امر مجملاً آپ کے خیال میں آگیا کہ افعال و اعمال اختیاریہ میں سے فرائض شرعیہ کی طرف رغبت اور ممنوعات شرعیہ کی طرف نفرت دلائی گئی ہے اور شرعاً پہلی قسم کا بجالانا ہمارے لئے ویسا ہی ضروری ہے جس طرح دوسری قسم سے بچنا اور پرہیز کرنا۔ تو اب ترغیب و تنفیر یا رغبت و نفرت دلانے کے مراتب اور درجوں کی تمیز و تشخیص کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ کیا کوئی معمولی عقل کا آدمی بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ کسی غیر شخص کی منسوبہ عورت سے نکاح کر لینا ویسا ہی جرم اور شرعی گناہ ہے۔ جس طرح غیر شخص کی منکوحہ سے زنا کرنا۔ شراب بنانے والے اور بیچنے والے پر وہی حد جاری ہوگی جو شراب پینے والے پر۔ غیر عورت کے بوسہ لے لینے پر اتنے ہی کوڑے لگائے جائیں گے جتنے اُس سے زنا

معصیت اور غضب الہی کا موجب ہے نہ
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نمکنی زندیق

تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعد حدود الله فأولئك هم الظالمون۔ انہی فرق و مراتب اور تفاوت مدارج کے لحاظ سے افعال و اعمال اختیار کی بہت سی قسمیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کو فقہائے کرام فرض۔ واجب۔ مستحب۔ مباح۔ مکروہ تنزیہی۔ مکروہ تحریمی اور حرام کے ناموں سے تعبیر اور تفسیر کرتے ہیں۔ لیکن علمائے اصول رحمۃ اللہ علیہم نے اختصار کے ساتھ انضباط ہو جانے کے لئے ان سب کو صرف پانچ قسموں میں منقسم اور منحصر کر دیا ہے۔ جن کا وہ واجب۔ مندوب۔ مباح۔ مکروہ اور حرام نام رکھتے ہیں۔ بہر حال مراتب اور مدارج کا فرق اور امتیاز ایک ایسی چیز ہے جو نہ صرف عقل سلیم سے بلکہ اجماع امت سے۔ حدیثوں سے اور نصوص قرآنیہ سے ثابت اور قطعاً ثابت ہے وہاں لحد بایاتنا الا کل ختام رکھو۔ فرق مراتب ثابت ہو جانے پر یہ صریح نتیجہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر ہم کسی واجب شرعی کے بجالانے یا حرام شرعی سے بچنے کی کافی پرواہ نہ کریں گے۔ یا مندوب شرعی کے بجالانے اور مکروہ شرعی سے بچنے پر اس قدر زور دیں گے جس قدر واجب کے بجالانے یا حرام سے بچنے پر زور دیا جاتا ہے یا مندوب کے بجالانے اور مکروہ سے بچنے کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں گے۔ تو ان صورتوں میں ہم حدود شرعی سے تعدی اور تجاوز کرنے والے اور معاذ اللہ غضب الہی میں داخل ہونے والے ہوں گے۔ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طيبات ما احل الله لكم ولا اعتدوا ان الله

کرنے پر۔ اجنبی شخص کی دل آزاری ویسی ہی مذموم اور قبیح ہے جس طرح حقیقی والدین کی۔ کیا ممنوعاً اور محرمات شرعیہ کے فرق مراتب میں آیہ کریمہ (ان تجتنبوا الکبائر ما تنهون عنه تکفیراً عنکم) سیاقاً تکمّل نص قطعی نہیں ہے؟ اسی طرح فرائض شرعیہ کے سلسلے میں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اشراقی نوافل کا پڑھنا اسی قدر ضروری ہے جس قدر صبح کے فضلوں کا؟ کیا ایام بیض کے روزے رکھنا ویسے ہی فرض ہیں جیسے رمضان شریف کے؟ کیا مقدور ہوتے ہوئے مدنیہ منورہ نہ جانے والے کیواسطے وہی وعید ہے جو مکہ معظمہ کے نہ جانے کے لئے۔ کیا اہل حدیث کی رائے پر بھی رفع یدین نہ کرنے سے فیض ہی نماز نہیں ہوتی جس طرح رکوع سجود نہ کرنے سے؟ کیا حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ راشد ہونے کی تصدیق نہ کرنے سے ویسا ہی کافر ہو سکتا ہے جس طرح حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی تصدیق نہ کرنے سے؟ ہرگز نہیں بلکہ باوجود مطلق استکراہ یا استحسان شرعی میں برابر ہونے کے ہر ایک پہلی صورت دوسری صورت سے نمایاں اور بین امتیاز رکھتی ہے اور استکراہ یا استحسان شرعی میں جو مرتبہ یا درجہ ایک کے لئے ہے وہ یقیناً دوسرے کے مرتبہ اور درجہ سے متمایز اور متفاوت ہے۔ کیا فرائض اور مستحبات شرعیہ کے سلسلے میں فرق مراتب کے ثبوت میں آیہ کریمہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کہن امن بالله والیوم الآخر وجاهد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ واللہ لایہدی القوم الظالمین نص قطعی نہیں ہے؟ یقیناً ہے انہی مراتب اور مدارج کو حدود شرعیہ کہتے ہیں۔ جن کا ضائع اور گد بڈ کرنا نہ صرف حماقت اور بے تمیزی بلکہ سخت

لا یجب المعتقدین۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ان مراتب اور مدارج شرعیہ کی تعیین اور تشخیص کے علم و ادراک کا ذریعہ کیا اور کون ہو سکتا ہے؟ اس بات میں شک و شبہ کرنے کی کوئی بھی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کہ اس مشکل کے حل ہونے اور اس اجمال کی تفصیل کے لئے کلام الہی بالکل کافی اور اپنے ماسوا سے بے نیاز کرنے والا ہے و نزلنا علیک الكتاب تبیاناً لکل شیئ و ہدی و رحمة و نبشری للمسلمین۔ لیکن اس کا یہ مطلب قرار دینا کہ ہر مسلمان کے لئے براہ راست اور بلا توسط احد سے کلام الہی تبیاناً لکل شیئ واقع ہوا ہے تو یہ دعویٰ نہ صرف بے دلیل بلکہ جس اور مشاہدہ کے برخلاف ہے۔ لاکھوں مسلمان اب بھی متوجہ ہیں جو کلام الہی کے الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتے چہ جائیکہ اس کے معانی و مطالب کے استخراج و استنباط پر قادر اور توانا ہوں۔ عوام کو جانے دیجئے خواص اہل علم کو بھی بہت سی آیات کریمہ کے صحیح مطلب بیان کرنے میں احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ کی طرف رجوع کئے پُران چارہ نہیں ہو سکتا۔ کیا آیہ کریمہ قل لا اجد فیما اوحی الی محرراً علی طاعہ بطعمہ الا ان یکون میتة او دماً مسفوحاً او لحم خنزیر یا فناء مرجس او فسقا اهل لغیر اللہ بہ کا لحاظ مدلول ظاہری کے مقتضا نہیں ہے کہ تمام کتے۔ بیلے۔ سانپ۔ بچھو وغیرہ وغیرہ کا کھانا حلال اور درست ہو جائے؟ اور کیا آیہ کریمہ والذین هم لفروہم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانہم کے مفہوم ظاہری سے مملوک غلام کے جواز ولادت کا ثبوت نہیں ہوتا؟ اور کیا آیہ کریمہ و احل لکم ما وراء ذلکم ان تبغوا باموالکم محصنین غیر مصافحین سے حقیقی خالہ اور بھانجی یا حقیقی چھوپھی اور بھتیجی کے جمع بین النکاح کے جواز

کا ثبوت نہیں ہوتا؟ اور کیا آیہ کریمہ یا ایہا الذین امنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ و ذرو البیع سے اذان جمعہ کے بعد نماز جمعہ کے لئے جانا اور تجارتی کاروبار کے چھوڑ دینے کی شرعی ضروریات یا وجوب ثابت ہو سکتا ہے؟ جبکہ اسی قسم کی آیہ کریمہ و اذا حللتم فاصطادوا۔ اور فاذا قضیت الصلوة فانقشروا فی الارض سے شکار کھیلنے اور دنیاوی کاروبار کے لئے منتشر ہو جانے صرف اباحت کا ثبوت مراد لیا جاتا ہے۔ اور کیا آیہ کریمہ و س یا نبکم اللہ فی حجورکم سے صرف ان پچھلے لوگوں کے نکاح کا حرام ہونا ثابت ہوگا جو اپنی ماؤں کی گود میں آئیں۔ اور تمہاری پرورش میں رہی ہوں؟ یعنی فی حجورکم کی قید ویسی ہی موثر مانی جائے گی جس طرح اسی قسم کی آیہ کریمہ و ان کنتم علی سفر و لم تجدوا کتباً فہان مقبوضہ میں مقبوضہ کی قید موثر ہے اور قبضہ نہ ہونے کی حالت میں رہن ہی درست نہیں ہوتا۔ کیا آیہ کریمہ یا ایہا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوا میں صیغہ امر ویسے ہی فرضیت کتابت ثابت کرتا ہے؟ جس طرح آیہ کریمہ اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا وجہکم میں صیغہ امر فاغسلوا۔ و علی ہذا القیاس۔ اب شاید یہ خیال ہو کہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ و التہنۃ کے ذریعے سے ان مشکلات کا حل اور ان مبہات کا انکشاف ہونا ممکن ہے تو ہم بے شبہ تسلیم کرتے ہیں کہ کلام محمد کی صحیح تفسیر اور ہمارے مشکلات و مبہات کے انکشاف کا قابل اعتماد ذخیرہ احادیث نبویہ ہی ہیں ہے علی صاحبہا الصلوۃ و التہنۃ۔ لیکن جب حل مشکلات میں احادیث نبویہ کی طرف رجوع کرنا پڑا تو وہ بات کہاں رہی کہ براہ راست اور بلا توسط احد سے کلام مجید

نبویہ کی صحت و ضعف راویوں کی قوت و ضعف کے علاوہ اور بھی بہت سی باتوں سے متعلق ہے جو فن اصول حدیث کے واقف پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس لئے کسی حدیث کی بابت یہ فیصلہ کرنا کہ وہ مقبول اور لائق اعتماد ہے یا نہیں ائمہ علم حدیث کے سوا اور کسی کا کام نہیں ہے۔ اور ان کے بعد ان لوگوں کو خواہ وہ کیسے ہی متبحر فی العلوم اور امامت کے رتبہ پر کیوں نہ ہوں چار و ناچار اس باب میں ائمہ حدیث ہی کی پیروی اور تقلید کرنی پڑے گی۔ لیکن کسی حدیث کے مقبول اور لائق عمل ثابت ہونے کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بہت سی حدیثوں کے ذریعے سے بھی افعال و اعمال کے فرق مراتب اور امتیاز مدارج کے سمجھنے میں جس کی ضرورت ہم کافی طور سے پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ ہم ویسے ہی نابلد اور قاصر رہتے ہیں جس طرح آیات کریمہ کے ذریعہ سے ثابت کرنے میں۔ مثلاً باب الوضو کی حدیثوں میں جس طرح چہرے اور ہاتھ پاؤں کا دھونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح مسواک کرنا ہر ایک عضو کا دھونے طرف سے شروع کرنا بیان کیا گیا ہے۔ اب صرف حدیث سے یہ بتلانا مشکل ہے۔ کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں کا دھونا تو فرض اور ضروری ہے لیکن مسواک کرنا اور اعفاء کا دھونا دھونے طرف سے شروع کرنا غیر ضروری اور صرف مستحب کے درجہ پر ہے اسی طرح باب النفل میں جس طرح تمام بدن کا دھونا بیان کیا گیا ہے اسی طرح اس کے شروع میں معمولی وضو کرنا بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر اب یہ کہنا مشکل ہے کہ تمام جسم کا دھونا تو فرض اور ضروری ہے لیکن شروع میں وضو کر لینا چنداں ضروری نہیں ہے۔ یا یہ کہ اس وضو میں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا حصہ تو فرض اور ضروری ہے باقی

تنبیاً ناکل شیئی واقع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ احادیث نبویہ کے ذریعے سے بھی حل مشکلات اور کشف مبہات کر لینا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ پہلا مرحلہ تو احادیث کی صحت و ضعف کی تنقیح کا ہے جسکی بنیاد راویوں کی قوت اور ضعف پر ہے۔ اور یہ وہ دریائے ناپیدا کنار ہے جس میں بڑے بڑے ائمہ حدیث نہایت اضطراب کے ساتھ ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اسما و الرجال کی کوئی سی کتاب اٹھا لو گے تو بکثرت دیکھو گے کہ ایک ہی شخص کو ایک امام ثقہ قابل اعتماد قرار دیتا ہے اور دوسرا اس کو جھوٹا اور ناقابل اعتماد کہتا ہے۔ کتاب میزان الاعتدال سے تمثیلاً چند راویوں کا نمونہ دکھلایا جاتا ہے :-

”محمد بن اسحاق بن یسار“ شعبہ اس کو امیر المومنین فی الحدیث کہتے ہیں اور امام مالکؒ اسی کو دجال کا لقب دیتے ہیں۔ ”عبد اسد بن لہیعہ“ امام احمد حنبل فرماتے ہیں کہ کثرت حدیث اور اس کے ضبط و اتقان میں ابن لہیعہ کے برابر مصر میں کون تھا؟ امام جوزجانی فرماتے ہیں اس کی حدیث پر نور نہیں ہے اور وہ حجۃ ہونے کے لائق نہیں ہو سکتی۔ ”احمد بن صالح المصری“ کی بابت امام بخاریؒ فرماتے ہیں یہ ثقہ تھے اور ان کے حق میں میں نے کسی کو گفتگو کرتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن یحییٰ بن معین انہی کو دروغ گو سے متہم کرتے ہیں۔ ”احمد بن حنبل مصری“ سے امام بخاری روایت کرتے ہیں مگر یحییٰ بن معین انہی کو دروغ گو فرماتے ہیں۔ ”اسمعیل بن ابیہ“ امام بخاری اور مسلم دونوں کے استاذ ہیں لیکن نصر بن سلمہ ان کو جھوٹا بتلاتے ہیں۔ ”حارث اعور“ کی نسبت شعبی فرماتے ہیں یہ بڑا جھوٹا تھا مگر یحییٰ بن معین اسے قابل اعتماد ثقہ قرار دیتے ہیں و علیٰ ہذا القیاس احادیث

حصہ بہت ضروری نہیں ہے صرف مسنون اور مذہب ہی ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا حدیثوں میں اس قسم کی تعیین و تشخیص نہیں بیان کی گئی ہے۔ حضرت خذیفہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک قوم کی کوری پر کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ اب کیا کھڑے کھڑے پیشاب کرنا ہمارے لئے بھی مسنون اور باعث ثواب سمجھا جائے گا۔ آپ حج کے موقع پر کعبہ سے واپس ہوتے ہوئے وادی محصب میں منور ٹھہرتے تھے۔ لیکن حضرت عائشہؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں وادی محصب میں ٹھہرنا کوئی بات نہیں ہے۔ یسٰیٰ صحیح حدیث ہے۔ سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر۔ اب کو نسا مسلمان ہے جو امیر المومنین حضرت علی اور حضرت عائشہؓ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی تکفیر کا فتوے دیا؟ ایک اور حدیث صحیح ہے کہ احنف بن قیس امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کے لئے تشریف لے جاتے تھے راستے میں ابوبکرہ سے کہ وہ بھی ایک صحابی ہیں ملاقات ہوئی اور ان کو اس کا ارادہ معلوم ہوا تو فرمایا میں نے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہوں گے اب کیا کوئی مسلمان اس حدیث کے نتیجے کو تسلیم کر سکتا ہے؟ حدیثوں میں اس قسم کی دو چار نہیں بلکہ کثرت سے مثالیں موجود ہیں جن سے نمایاں طور پر واضح ہو سکتا ہے کہ حدیثوں کے صحیح معانی سمجھنا اور مختلف المعانی حدیثوں میں توفیق و تطبیق دینا زیادہ تدبر اور تبصر کا محتاج ہے۔ اور ہر ایک مسلمان تو کجا ہر ایک متبحر فی العلم سے یہ بھی نہیں ہو سکتا اور اس لئے چار ناچار اس باب میں بھی ہم کو اسلاف صالحین اور ائمہ مجتہدین ہی کی پیروی اور تقلید کرنی پڑے گی

جس کے بدل ہمارا اسلام بھی مشکوک اور مشتبہ ہو سکے بعض صورتوں میں مسنون اور زائل ہو سکتا ہے۔ اکابر اسلاف کی تقلید اور پیروی کرنا اور ان کی رائے کو عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھنا کوئی حادث اور جدید طریقہ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے مستحسن اور پسندیدہ سمجھا گیا ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظم (جن کی نسبت صحیح حدیث ہے لو کان بعدی نبی لکان عمر۔ اور جعل اللہ الحق علی لسان عمر) آخری وقت میں جبکہ ان سے کوئی خلیفہ المسلمین مقرر کر دینے کی درخواست کی گئی فرماتے ہیں ان استخلف فقد استخلف من هو خیر منی ابوبکر وان اتوک فقد ترک من هو خیر منی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاشوا علیہ آپ خیال فرمائیں کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ جیسے شخص حضرت ابوبکرؓ کی رائے کی خصوصاً جبکہ وہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے بھی بظاہر مقابل اور مخالف ہو۔ اس قدر عظمت اور وقعت کریں اور تمام حاضرین صحابہ کرام ان کی اس بات پر تعریف و توصیف کریں۔ اور پھر یہ نہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ بات صرف زبانی کہدی ہو نہیں بلکہ عملی طور سے بھی حضرت ابوبکرؓ کی رائے کی پوری پروا کی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شیخ الاسلام حافظ ابن بطال سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اس موقع پر حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکرؓ دونوں کے طرز عمل میں ایک متوسط صورت اختیار کی۔ کہ دونوں کی اقتدا اور اتباع قائم رہے اور کلیتہً فوت نہ ہو جائے۔ کیونکہ تقرر خلیفہ کو نہ تو عامہ مسلمین کی رائے پر چھوڑا جس طرح رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھوڑ دیا تھا۔ اور نہ خاص ایک ہی شخص کی تشخیص

کہ وہی جس طرح حضرت ابو بکر نے تشخص فرمادی تھی بلکہ چھ شخصوں کی رائے پر محدود کر دیا۔ جو آپ صاحبان کو خوب معلوم ہے۔ عبداللہ ابن عباس جبرالامت ایک بار امیر المومنین حضرت عثمان کے پاس گئے اور عرض کیا کہ قرآن شریف میں آیا ہے فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلْيَأْتِيَهُمُ السَّلَامُ یعنی اگر مہیت کے کم از کم تین بھائی بہن ہوں تو ان کی ماں کو چٹھا حصہ ملنا چاہئے۔ کیونکہ اخوة جمع کا صیغہ ہے اور زبان عرب میں جمع کے لئے کم از کم تین فرد ہونا ضروری ہیں۔ حالانکہ رواج یہ ہے کہ دو بھائی بہن ہوتے ہوئے بھی ماں کو وہی چٹھا حصہ دیا جاتا ہے حضرت عثمان نے فرمایا جو فیصلہ پہلے ہو چکا ہے اور ملک میں رواج پا گیا ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ ایک بار حضرت عمر نے کعبہ کے خزانہ کو بیت المال کی طرح تقسیم کر دینے کا خیال ظاہر کیا۔ شیبہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا آپ کے دونوں رفیقوں نے یہ کام نہیں کیا تھا حضرت عمر نے فرمایا بے شک وہ دونو ایسے ہی ہیں جن کی میں پیروی کرتا ہوں ان مثالوں سے صرف یہی نہیں ثابت ہوتا کہ متاخرین کو متقدمین کی رائے کی عظمت اور وقعت کرنی چاہئے۔ بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل اور آیہ قرآنی کے بظاہر مقابل ہوتے ہوئے بھی خلف کو سلف کی تقلید و پیروی کرنی اور ان کی رائے کو عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھنا کبرائے صحابہ کے نزدیک محمود اور مستحسن تھا نہ اسلئے کہ وہ سلف کی رائے کو قرآن و حدیث سے برتر سمجھتے تھے ہرگز نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے سلف کو قرآن و حدیث کے مطلب و معنی سمجھنے میں اپنے آپ سے بالاتر سمجھتے تھے۔ اور ان دونوں باتوں میں

زمین و آسمان کا فرق ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلاف کی اتباع اور ان کی رائے کی عظمت و وقعت کرنے کا طریق صحابہ کے زمانہ میں عام طور پر اس قدر ممدوح اور پسندیدہ تھا کہ جب ابو بکر نے عبدالرحمن بن عوف سے پوچھا کہ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کس طرح بیعت کر لی تو عبدالرحمن بن عوف نے جواب دیا یہ الزام مجھ پر نہیں ہے میں نے حضرت علی سے پہلے پوچھ لیا تھا کہ ہم تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور شیخین کی روش پر چلنے کی شرط سے بیعت کرتے ہیں تو حضرت علی نے فرمایا تھا جتنے المقدور ایسا ہی ہو گا اور ان کے بعد جب حضرت عثمان کی خدمت میں یہی مضمون پیش کیا تو انہوں نے فرمایا بہت اچھا۔ افسوس ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کی رائے کا اثر خود ان کے اتباع و احشاد پر بھی پڑا جو کما حقہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے میں قاصر رہتے تھے۔ اور درحقیقت انہی لوگوں نے آپ کے مبارک عہد خلافت کی انتظامی حالت کو تاریکی میں رکھا۔ خیر یہ ایک علحدہ عظیم الشان بحث ہے۔ غرض جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے تمام افعال و اعمال حدود شرعیہ سے محدود ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے لئے حرمت۔ کراہت۔ اباحت۔ استحباب اور وجوب میں سے ضرور کوئی نہ کوئی مرتبہ اور درجہ مقرر ہے۔ جس سے تعدی اور تجاوز کرنا عذاب اور سخط الہی کا موجب ہے۔ اور کہ براہ راست قرآن شریف اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے ان حدود اور مراتب کے استنباط و استخراج پر ہماری علمی طاقت کافی نہیں ہے اسلئے ضرور ہوا کہ ہم اس باب میں سلف صالحین کی پیروی اور ان کی اتباع یا بلفظ دیگر تقلید کریں۔ اب یہاں

المذہب اور ایک درجہ کے مجتہد بھی مانے گئے ہیں کتاب تبیض الصحیفہ میں فرماتے ہیں امام ممدوح کے تابعی یا غیر تابعی ہونے کا سوال شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس کے جواب میں حافظ ممدوح نے فرمایا کہ آپ کا بعض صحابہ کو دیکھنا ابن سعد کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ جو طبقات ابن سعد میں مذکور ہے اس لئے وہ تابعین میں سے ہوئے اور یہ فضیلت آپ کے معاصرین اماموں مثلاً اوزاعی سفیان ثوری امام مالک لیث بن سعد میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

علامہ محمد طاہر نے مجمع البحار میں امام دارقطنی سے نقل کیا ہے کہ امام ممدوح نے حضرت انس صحابی کو دیکھا ہے۔

امام نووی نے کتاب تہذیب الاسماء میں خطیب بغدادی سے روایت کیا ہے کہ امام ممدوح نے انس بن مالک کو دیکھا ہے۔ اگرچہ امام ممدوح کا متعدد صحابہ سے حدیثیں روایت کرنا بھی آئمہ فن نے بیان کیا ہے۔ لیکن کم از کم امام ممدوح کا انس بن مالک کو دیکھنا تو عموماً آئمہ محدثین نے تسلیم کر لیا ہے اور تابعی ہونے کے لئے کسی صحابی کا صرف دیکھ لینا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ علم اصول حدیث جانتے والے اسے خوب جانتے ہیں۔

امام ممدوح کی دوسری فضیلت آپ کا علمی کمال ہے۔ حافظ ابن حجر کی ہتھی کتاب الخیرات الحسان میں فرماتے ہیں کہ آپ کے شیوخ اور اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک بیان کی گئی ہے۔ بلکہ بعضوں نے صرف ان شیوخ اور اساتذہ کی تعداد جو طبقہ تابعین میں تھے چار ہزار تک بیان کی ہے اور تابعین کے سوا اور شیوخ و اساتذہ اس تعداد و شمار سے

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلف صالحین تو غیر محدود اور بے شمار ہیں ہم کو کس کی تقلید اور پیروی کرنی چاہئے۔ لیکن اس کا جواب صاف ہے۔ یعنی سلف صالحین میں سے بہت بڑی تعداد تو ان حضرات کی ہے جن کا صرف ذکر خیر ہی تاریخ یا طبقات اور اسناد الرجال کی کتابوں میں ہم دیکھ سکتے ہیں ان کے مذہبی خیالات اور شرعی احکام کے متعلق ان کی تجویزیں اور رائیں ہم سے بالکل تاریکی اور احفاظ کے پردے میں ہیں۔ اس لئے ان حضرات کی تقلید اور پیروی تو ہو ہی نہیں سکتی۔ ہاں سلف صالحین کی جماعت کا وہ حصہ جن کے مذہبی خیالات اور جن کی احکام شرعی کے متعلق رائیں ہم تک بتفصیل پہنچی ہیں ان میں سے جو زیادہ برتر و افضل ہو ظاہر ہے۔ کہ تقلید و پیروی کے لئے اسی کا انتخاب موزون اور بہتر ہوگا۔ خاک از تودہ کلاں بردار۔ اب شاید وہ وقت آ گیا ہے کہ میں ان بزرگ اسلاف میں سے جو تقلید و اتباع کے لئے موزون ہو سکتے ہیں۔ اور جن کے مذہبی خیالات کا معتد بہ حصہ ہم تک پہنچا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و کمال کا ایک شہ بیان کر کے اپنی تقریر ختم کر دوں جس سے انہی کی تقلید و پیروی کا زیادہ موزون اور راجح ہونا ثابت ہو سکے پس میں کہتا ہوں کہ امام ممدوح کے فضائل و کمالات متعدد شعبوں میں منقسم ہو سکتے ہیں جن میں سے ہر ایک کی ایک ایک دو دو مثالیں نہایت اختصار کے ساتھ میں بیان کر سکوں گا۔ آپ کی بڑی فضیلت اور جس نے آپ کو ان مشاہیر اماموں سے جو تقلید کئے جانے کے لئے منتخب ہو سکتے ہیں۔ علانیہ ممتاز کر دیا ہے وہ آپ کا خیر القریں اور خصوصاً طبقہ تابعین میں سے ہونا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی جو شافعی

علیحدہ ہیں۔ حافظ موصوف کتاب مذکور میں فرماتے ہیں کہ آپ سے پڑھنے والوں اور شاگردوں کا شمار کرنا ناممکن ہے اس لئے بعض اماموں نے فرمایا ہے کہ مشاہیر ائمہ اسلام میں سے جس قدر شاگرد امام ممدوح کو نصیب ہوئے کسی کو نصیب نہیں ہوئے اور علما اور عام لوگوں میں سے جس قدر امام ممدوح سے مستفید ہونے والے ہیں۔ اس قدر کسی اور سے مستفید ہونے والے نہیں ہیں۔ اور یہ مستفید ہونا کس چیز میں تھا؟ احادیث مشتبہ کی تفسیروں میں ان مسائل کی تفصیل میں جو استنباط کئے جاتے تھے واقعات اور حوادث کے متعلق فتوؤں اور فیصلوں میں۔ نہایت تعجب اور افسوس ہے کہ جس امام کے شاگردوں اور مستفیدوں کی تعداد کو حافظ ابن حجر مکی شافعی المذہب شمار میں لانا مشکل سمجھتے ہیں۔ اس جلیل الشان امام کی بابت یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ ان کو کل سترہ حدیثیں پہنچی تھیں باقی خیر۔ تیسری فضیلت آپ کی کثرت عبادت تھی۔ حافظ ابن حجر مکی امام ذہبی سے نقل کرتے ہیں کہ امام ممدوح ہر رات دو رکعتہ میں پورا قرآن شریف برابر تیس برس تک پڑھتے رہے اور چالیس برس تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پہی عبدالمعین المبارک نے کوفہ میں آکر سب سے زیادہ پرہیزگار متقی کی بابت سوال کیا تو جواب میں امام ممدوح کا نام لیا گیا۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں میں نے ایک ہزار استادوں سے علم سیکھا جن میں امام ممدوح سے بڑھ کر پرہیزگار اور زبان پر حافظ و قاری کسی کو نہیں دیکھا امام ابوالقاسم قسیری فرماتے ہیں امام ممدوح اپنے مدین کے درخت کے سایہ میں بھی نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے قرض سے قائدہ اٹھانا ایک قسم کا سود ہے جو چوتھی فضیلت آپ کی کمال ذکاوت اور حاضر جوابی تھی۔

یزید بن ہارون کہتے ہیں میں اہل علم کی ایک بڑی تعداد سے ملا مگر امام ممدوح سے زیادہ عقلمند اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ایک بار آپ ایک دلیسے میں اکابر علما کے ہمراہ تشریف رکھتے تھے جس میں دو بہنوں کا دو بھائیوں کے ساتھ نکاح ہوا تھا لیکن غلطی سے ایک کی بیوی دوسرے کے پاس بھیج دی گئی اور ہر ایک اپنے پاس آئی ہوئی بیوی سے ہمبستر بھی ہو گیا۔ اب عین اس کی بابت شور ہوا جبکہ امام ممدوح مع دیگر ائمہ کے وہاں تشریف فرما تھے پہلے حضرت سفیان ثوری سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ ہر ایک بھائی اپنے ہمبستر شدہ عورت کو مہر دیدے اور وہ اپنے اہلی شوہر کے پاس چلی جائے۔ کیونکہ شبہ میں کسی سے صحبت کرنے کی بابت شرعی فیصلہ یہی ہے۔ مسعرا بن کدام نے امام ممدوح سے کہا آپ بھی کچھ فرمائیں سفیان ثوری بولے اس کے سوا اور کیا جواب ہو سکتا ہے جبکہ امیر المومنین حضرت علی نے بھی اس قسم کے واقعہ کا یہی جواب دیا تھا۔ امام ممدوح فرمایا دونوں لڑکوں کو بلاؤ جب وہ آئے اور پوچھنے پر ہر ایک نے جواب دیا کہ ہم اس لڑکی سے خوش ہیں جو ہمارے پاس شب باش ہوئی تھی امام ممدوح نے فرمایا کہ تم دونو اپنی منکوحہ کو طلاق دیدو چنانچہ ازاہ کے طلاق دینے کے بعد ہر ایک لڑکے کا اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر دیا گیا جو غلطی سے پہلے شب باش ہو چکی تھی چنانچہ تمام حاضرین نے یہ کارروائی بہت پسند کی حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری کا جواب اگرچہ اصولاً بالکل درست تھا لیکن اس کے موافق فیصلہ ہو جاتا تو ہر ایک شوہر کو اپنی زوجہ کی نسبت ہمیشہ یہ خیال رہتا کہ یہ پہلی رات میں ایک غیر کے پاس رہ چکی ہے جس سے اس کی زندگی ممکن ہے کہ ہمیشہ تلخ رہتی اور اگر ہر ایک شوہر کو اس سے دل بستگی ہو گئی ہوتی جو اس کے

بروایت امام شافعی نقل کیا ہے کہ امام مالک سے کسی نے پوچھا تم نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے جو اہل یامکہ بیشک میں نے ان کو ایک ایسا آدمی پایا کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو دلیل سے ثابت کر سکیں گے۔

یزید بن ہارون سے کسی نے پوچھا کہ امام ابو حنیفہ بڑھ کر فقیہ ہیں یا سفیان ثوری تو کہا سفیان ثوری حفظہ حدیث میں بڑھ کر ہیں اور امام ابو حنیفہ ان کے سچے پیروں میں محمد بن بشیر کہتے ہیں کہ میں سفیان ثوری کے پاس جاتا تھا تو فرماتے تھے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر علاقہ اور اسود (جو عبداللہ بن مسعود کے اعلیٰ شاگرد تھے) زندہ ہوتے تو ان کے محتاج ہوتے اور جب امام کے پاس سے سفیان ثوری کے پاس جاتا تو فرماتے تم دنیا بھر کے بڑے فقیہ کے پاس سے آئے ہو۔ خطیب بغدادی نے ربیع سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی فرماتے تھے سب آدمی فقہ میں امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں نصر بن عیسیٰ فرماتے ہیں لوگ تفقہ سے سوئے ہوئے تھے امام ابو حنیفہ نے ان کو بیدار کیا سفیان بن عیینہ جو کبر لے محشین میں سے ہیں فرماتے تھے جسکو فن مغازی میں تجربہ مقصود ہو وہ مدینے اور جسے مناسک حج میں تجربہ مطلوب ہو وہ مکہ جائے اور جو فقہ میں تجربہ چاہے تو اسے کوفہ میں امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ سے زیادہ متقدم ہونے کا کسی کو حق نہیں ہے وہ بڑے ذہین الطریق ہیں ہرگز غلطی نہیں کرتے اور امام تھے راقم خاکسار کہتا ہے یہ جو پوچھ میں نے بیان کیا ہے امام ممدوح کے محامد اور مناقب کا صرف نمونہ ہے اور یہ سب کچھ ائمہ شافعیہ کی کتابوں سے نقل کیا ہے کسی حنفی المذہب کی کتاب سے نہیں کیا اور اب میں اس تقریر کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ خداوند عالم ہم کو بھی ورع و تقویٰ اور تفقہ میں امام ممدوح کی تعلیم کی توفیق دے و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین والہ وجوبہ جمعہ

پاس شب باش ہوئی تھی تو شاید اسکے فراق میں اس دوسرے طریق سے ہر ایک کی زندگی تلخ رہتی امام ممدوح نے یہ مفاسد نظر رکھ کر سفیان ثوری سے اتفاق نہ کیا۔ اور عہ فیصلہ کیا جو مذکور ہوا ہے۔ امام فخر الدین رازوی فرماتے ہیں ایک بار ایک شخص نے قسم کھا کر اپنی بیوی سے کہا میں تجھ سے نہ بولوں گا جب تک تو مجھ سے نہ بولے اور عورت نے قسم کھالی کہ تجھ سے نہ بولوں گی جب تک تو مجھ سے نہ بولے۔ بہت فقہاء و حیران ہو گئے لیکن حضرت سفیان ثوری نے فتویٰ دیدیا کہ دونوں میں سے جو پہلے بولے گا اسے کفارہ دینا پڑے گا۔ جو اتفاق سے بڑی بھاری مقدار میں تھا۔ امام ممدوح نے شوہر سے جو فتویٰ پوچھتا پھرتا تھا فرمایا اپنے گھر جا اور باتیں چلتیں کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ سفیان ثوری نے سنا تو فرمایا تم حرام شدہ عورتوں کو حلال کرتے ہو۔ امام ممدوح نے جواب دیا کہ جب شوہر کی قسم کے بعد عورت نے قسم کھائی کہ میں تجھ سے نہ بولوں گی جب تک تو مجھ سے نہ بولے تو درحقیقت شوہر کی قسم پوری ہو گئی کیونکہ عورت اس سے بول چکی۔ اب اگر وہ بولے تو کیا مضائقہ۔ سفیان ثوری نے کہا کہ بے شک تم پر ان باتوں کا انکشاف ہوتا ہے جس سے ہم غافل رہتے ہیں۔ غرض اسی قسم کی بہت سی حاضر حوایاں جن سے آپ کی دقت نظری ثابت ہوتی ہے کتابوں میں مذکور ہے۔

پانچویں فضیلت آپ کی یہ ہے کہ اکابر اسلام نے آپ کی تعریف و توصیف کرنے میں انصاف کی داد دی ہے علامہ ابن المبارک (جو اکابر ائمہ محدثین میں سے ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے عابد و زاہد بھی تھے) اور جن کی نسبت سفیان ثوری کا یہ خیال ہے کہ کاش میری تمام عمر ان کے تین دن رات کے برابر ہوتی) فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ کے ذریعہ میری مدد نہ کرتا تو میں ایک معمولی آدمی ہوتا۔ خطیب بغدادی

خاکساریات

انباہیۃ علیٰ افنجلجۃ

مشرقی کا تذکرہ غلط

(۱۴)

(از جناب مولانا محمد عالم صاحب اسی امیری)

در اصل یہ لوگ نبوت کو ایک معمولی حیثیت دے کر نبی کو ایک زعمیم القوم اور رسالت الہی کو ایک خطبہ یا لیکچر تصور کرتے ہیں۔ ذلک مبغض من العلم یہ سب کچھ ان گندم نما جو فروشل کی عقل نرسا کا نمونہ ہے مگر اہل دانش و بینش جانتے ہیں کہ خود حضور علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے اپنے الفاظ بھی قرآنی الفاظ میں جب ملا کر رکھے جائیں تو ذوق سلیم خالق اور مخلوق کے کلام میں فرق محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ آنحضرت علیہ السلام افضح العرب تسلیم کئے جا چکے تھے تو کھلا کسی البدیع و غریبی کیا مقدور کہ اپنی کتاب یا عبارت کو قرآنی جامہ پہنا سکے ایسا کرنے پر عقل سلیم خود پکار اٹھتی ہے۔

شیر برقی دیگر شیر نیٹاں دیگر است

قول مشرقی (پانچ بنائے اسلام ارکان اسلام نہیں بلکہ اصول عشرہ ہی ارکان اسلام ہیں۔)

جن کے انکار سے تم کا فر ہو رہے ہو

۱۱) اصول عشرہ کی اصل توحید ہے باقی احکام اسی سے شاخ و در شاخ ہو کر نکلنے ہیں۔ توحید پر عمل کرنے والا غلبہ تسلط امن۔ اور استخلاف فی الارض تک پہنچ جاتا ہے یہی فطرۃ اللہ ہے۔ اسی پر جبر ملتا ہے اور اسی کی وصیت تمام انبیاء علیہم السلام کو کی گئی اور اسی کی تکمیل جناب خاتم الانبیاءؐ کو کی۔

۱۲) اسلامی ارکان خمسہ انہی اصول عشرہ کے استقصا کا وسیلہ ہیں چنانچہ کلمہ توحید تصدیق قلبی اور اتحاد فی العمل کا وسیلہ ہے۔ روزہ جہاد بالنفس ہے۔ نماز اطاعت امیر اور اتحاد قومی ہے۔ زکوٰۃ جہاد بالمال ہے اور حج اتحاد امت کا ذریعہ ہے۔ یہ دس اصول بتائیں اتحاد قومی کے ارکان ہیں جو اسلام نے مقدر کئے ہیں۔

۱۳) یہ دس اصول تمام ادوار و ادوار کا چوڑا ہیں اور الیک روح امن و امن میں بتایا گیا ہے کہ یہ دس اصول روح امر الہی یعنی ست یا جوہر یا پنجوڑ اور خلاصہ ہیں فلا یناز عنک فی الامر میں حکم دیا گیا ہے کہ اس امر الہی میں کسی کو اجازت نہیں کہ جھگڑا کرے ورنہ تفرقہ پیدا ہوگا۔ اور عذاب الہی آئے گا۔ امر الہی میں تمام اقوام عالم یکساں ہیں جو بھی اس پر عمل کرے گا اسے اجر ملے گا۔ تمہارا فرض ہے کہ امر الہی میں تنازع نہ کرو۔

۱۴) ارکان خمسہ ارکان اسلام نہیں بلکہ فروعات ہیں لکل جعلنا منسکاً ہمدا سکوہ میں ان کو مناسک یعنی فروعات کہا گیا ہے ارکان اسلام نہیں کہا گیا مناسک میں تنازع کرنے سے ایک قوم دوسری قوم سے الگ ہو جاتی ہے مگر افراد قوم میں نشست اقربا پیدا نہیں ہوتا۔

۱۵) آج امر الہی میں تنازع کر رہے ہیں اس لئے وہ معذب ہو رہے ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ مناسک ہی ارکان اسلام ہیں اور یہی ہم پر فرض کئے گئے ہیں۔ اور ہماری نجات انہی میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل اسلام ان سے پوشیدہ ہو چکا ہے۔ مغز کی خبر نہیں صرف پھلک ہاتھ میں ہے افتوا منون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض۔ قرآن کچھ مانتے ہو کچھ نہیں مانتے تمہاری سزا یہی ہے کہ تم دنیا میں ذلیل رہو اور آخرت میں تم پر عذاب آئے۔

ترتیب وار تردید (۱) اس امر پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ توحید ہی اصل بالاصول ہے اسی کے ماننے سے تمام ہدایات کے راستے کھل سکتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ لفظ توحید سے مراد کیا ہے؟ مشرقی نے اقتضائیہ میں بعض مقامات میں اس کے وہی معنی لئے ہیں جو اسلام میں تسلیم کئے گئے ہیں۔ کہ متعدد خداؤں کی بجائے صرف ایک خدا مانو۔ مگر یہ معنی اسے چنداں مفید نہیں پہنچے کیونکہ اس توحید کا تعلق اصول عشرہ سے نمایاں طور پر نظر نہیں آتا۔ وجہ یہ ہے کہ اصول عشرہ اعمال ہیں اور یہ توحید صرف اعتقادی اقرار ہے جو اسے پسند نہیں۔ توحید کا دوسرا مفہوم اس نے اپنی طرف سے قائم کیا ہے کہ اتحاد فی العمل یا قومی اتحاد اور اس پر قرآنی شہادت پیش کرتے ہوئے انما المسلمون اخوة وغیرہ آیات پیش کی ہیں مگر افسوس ہے کہ قومی اتحاد کو کسی آیت قرآنیہ میں توحید نہیں کہا گیا اور نہ ہی انبیاء علیہم السلام کو قومی اتحاد اور توحید نے العمل کی وصیت کی گئی ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں ہر جگہ توحید اور شرک کا مقابلہ کیا گیا ہے اور اتحاد و افتراق کا تقابل اور اس پر جزا و سزا کا متفرع ہونا نہیں دکھایا گیا۔ اگر کہیں ضمناً ذکر آ بھی گیا ہے تو اسے اتنی اہمیت نہیں دی گئی کہ اسے رکن اسلام ہی قرار دیا جائے اس لئے مشرقی کا یہ قول بالکل غلط ہے۔ بالفرض اگر توحید بمعنی اتحاد فی العمل صحیح بھی ہو تو پھر بھی اصل ارکان اسلام میں داخل نہیں کیونکہ اصل کے حاصل ہونے سے اجمالی طور پر ساری چیز حاصل ہو جاتی ہے مگر مشرقی شریعت میں یہ دقت پیش آتی ہے کہ جب تک اصول عشرہ پر انسان عمل پیرا نہ ہو وہ ایماندا نہیں ہو سکتا۔ آج اگر ایک ناخوان غربت مفلس مسافر آدمی اسلام قبول کرنا چاہے تو ہمارے نزدیک تو کلمہ توحید سے وہ داخل اسلام ہو جائے گا مگر مشرقی شریعت

اسے مجبور کرے گی کہ پہلے قومی اتحاد پیدا کر دے۔ اپنا سارا مال امیر قوم کے سپرد کر دے۔ ایک دو دشمن قتل کر کے غلبہ اور تسلط پیدا کر دے مکارم اخلاق کا نمونہ پیش کر دے اور علم فلسفہ و سائنس اور طبعیات کا کوئی سرٹیفکیٹ پیش کر دے اور ایک دو سال کے لئے یورپ کی سیر بھی کر آوے۔ تاکہ تمہیں ترقی تشریل کا منظر دکھائی دے۔ بعد میں تم کو حق حاصل ہو گا کہ مسلمان ہونے کی درخواست کر دے۔ اب ہمیں بتایا جائے کہ آدمی کو مشرقی اسلام کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ درحقیقت مشرقی نے اپنی خونی تحریک کو اسلام کا نام دے کر قوم کے پیش کیا ہے اور قوم کے سادہ لوح نوجوان اور نیم تعلیم یافتہ اسی پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ سخت جہالت کا سماں ہے کہ آج وہ شخص بھی اسلام پر تنقید کر رہے ہیں جن کو خود خبر نہیں کہ توحید الہی کس امر کا نام ہے اور قرآن مجید میں کس توحید پر زور دیا گیا ہے اور کس توحید کو اصل اسلام قرار دیا گیا ہے۔ سلم الامر الی غیر اھلہ۔ ضلوا فاضلوا۔

(۳) پانچ بنائے اسلام سے اصول عشرہ کے حاصل کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ اصول عشرہ ابتداء سے انتہاء تک انسان کو مکمل طور پر مسلمان بنا سکتے ہیں۔ خواہ وہ چوہڑہ ہو یا عیسائی یا ہندو ہو یا بدھ وغیرہ گو عہد نبوت میں اصول عشرہ کے حاصل کرنے کے لئے ارکان خمسہ مقرر کئے گئے تھے مگر اب وہ بیکار ہیں کیونکہ ارکان خمسہ کے پابند آج دنیا میں ذلیل ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ ان دنیاوی وسیع وسائل کو ترک کر کے نئے وسائل اختیار کئے جائیں یا کم از کم ان کو غیر مفید بلکہ مضر سمجھ کر چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ اس وقت وہ ایک قسم کی رہبانیت ثابت ہو رہے ہیں جس کا حکم خدا نے نہیں دیا۔ مشرقی نے اس مفہوم کو بار بار دہرایا

اس نکتہ کو نہیں سمجھ سکا۔ اندھے کی لکھ گھمار ہے۔ جس کی زد میں وہ خود بھی آجاتا ہے۔ کیونکہ وہ خود بھی ان اصول عشرہ پر عمل پیرا نہیں ورنہ ہمیں بتائیے اس نے کب جہاد بالسیف کیا۔ کب اپنا مالی کئی امیر اسلام کے سپرد کیا۔ بیوی بیٹوں اور مساکن طیبہ کی لذات و تعشق سے کب دستبردار ہوا۔ سعی فی العمل اور استقامت اور مکارم اخلاق اسمیں کیسے پائے جاتے ہیں اور مکشفین میں کب شامل ہوا اور ایمان بالآخرۃ اسے کس طرح ہے؟ اور قوم میں تشتت و افتراق کیوں پیدا کر دیا۔ حالانکہ اس کا دعویٰ تھا کہ اتحاد قومی اور اتحاد امت رکن اسلام ہیں۔

(ج) خاکسار ہی بتائیں کہ پیچھا اٹھا کر کتنے مہاجر ہوئے۔ کتنے مکشفین میں شامل ہوئے۔ کتنے خونی قاتل پیدا ہوئے جو دشمن کو قتل کرتے پھر بتایا جائے کہ ان کا دشمن کون ہے؟ یورپین تو ان کے نزدیک یکے مسلمان متقی اور عالم و باعمل ہیں تو پھر وہ کیسے دشمن ہو سکتے ہیں رہے مسلمان تو غیر علاقہ میں کوئی مسلمان ان کو جانتا بھی نہیں۔ ہاں البتہ ہندوستانی مسلمان باقی رہ جاتے ہیں جن کو وہ بار بار کافر و مشرک اور جہنم کا ایندھن بنا چکا ہے۔ خاکساروں کا فرض ہے کہ پہلے اپنے خویش و اقارب پر ہاتھ صاف کریں پھر دوسروں کی طرف متوجہ ہوں تاکہ جہاد بالسیف پر عمل پیرا ہو جائیں۔ ورنہ مشرقی کو یاد رہے کہ وہ خود اپنے خونی اصول کے مطابق ہی مسلمان نہیں اور خاک ر بھی اسلام کے نام سے نا آشنا ہیں۔

(باقی آئندہ)

جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خاکساروں کو ان سے کمال نفرت ہو گئی ہے اسلام کے حق میں یہ مفہوم نہ رہا اہل ہے۔ جو بے خبر مسلمانوں کو قرآنی دودھ میں حل کر کے پلائی جا رہی ہے حالانکہ یہ مفہوم سرتاپا غلط ہے کیونکہ

(الف) ارکان خمسہ کو تمام اصول عشرہ کے حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا گیا صرف جہاد بالمال وحدت امت وحدت قوم جہاد بالنفس اور اطاعت امیر کا ذکر کیا ہے باقی رہے استقامت مکارم اخلاق علم ہجرت۔ اور ایمان بالآخرۃ اور جہاد بالسیف ان پانچ کے لئے اسلام کے ارکان خمسہ وسیلہ نہیں بن سکتے۔ جس سے مشرقی کا اصل مدعا یہ ہے کہ ارکان خمسہ اسلام کو اصول عشرہ کے استعمال کا وسیلہ تھے مگر مکمل وسیلہ نہ تھے ان سے صرف پانچ اصول حاصل ہو سکتے تھے اور باقی پانچ کیلئے کسی دوسری جدوجہد کی ضرورت تھی۔ تو ثابت ہوا کہ مشرقی مسلمانوں کو ایسا جھگڑ دینا چاہتا ہے کہ مسلمان خود ہی اسلام چھوڑ دیں کہنے کہلانے کی ضرورت ہی نہ رہے ایسے زہریلے آدمی صرف یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنی رہی سہی حالت بھی کھو دیں اور اپنا نام و نشان مٹا کر خونی فوج کی شکل میں اپنا آپ تباہ کر لیں۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ مشرقی کا یہ دعوئے غلط ہو گیا کہ ارکان خمسہ اسلام اصول عشرہ کے مرادف ہیں۔

(ب) یہ دعوئے غلط ہے کہ خدا نے اصول عشرہ کو بالتصریح بنائے اسلام قرار دیا ہو۔ اتحاد قومی ہجرت جہاد۔ استقامت۔ تعلیم اور اطاعت امیر کا جہاں کہیں بھی ذکر آیا ہے قرآن نے ان میں یا ایہا الذین امنوا کہہ کر خطاب کیا ہے یا تعریف و ثنا کے طریق پر بیان فرمایا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب احکام بعد از قبول ایمان عائد ہوتے ہیں ورنہ یہ مطلب نہیں کہ ایمان ہی ان سے پیدا ہوتا ہے اور یہی اصول اسلام ہیں مشرقی

مشرقی صاحب کی بھوک ہڑتال

(از موقت)

(الی قولہ) بیوی کی طرح خاوند کو رحم دلانے کے لئے بھوک ہڑتال کر دیتے ہیں (الی ان قال) ان زنانہ "شیروں" ہتھکڑی پہننے والے حروں اور ہریوں سے کہدو کہ تم خاکساروں کی سار خاک جانو" (قول فیصل) زیر عنوان "خاکسار کا سلام اور آزادی کا زمانہ فلسفہ"

دیکھا آپ نے کہ "بھوک ہڑتال" مشرقی صاحب کے نزدیک "روٹھی ہوئی بیوی" کی "زنانہ" خصلت ہے لیکن اب وہی مشرقی اپنی "مردانہ" عادات و اطوار کو چھوڑ کر "زنانہ خصلتوں" کو اختیار کر رہا ہے۔ ہم اخباروں میں پڑھا کرتے تھے کہ فلاں ملک میں ایک مرد عورت بن گیا، ہم سمجھتے تھے کہ شاید اخبار والے اپنے خریداروں کو خوش کرنے کے لئے ایسی خبریں خود گھڑ لیتے ہیں۔ لیکن کیا معلوم تھا کہ خود ہماری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے ایک مرد عورت بن جائے گا۔ اور وہ "روٹھی ہوئی بیوی" کا پارٹ بھی ادا کرنے لگے گا ("مرد عورت بن گیا" کہنا چاہئے یا "مرد عورت بن گئی" اس بحث کو ہم ادبی رسائل کے لئے چھوڑتے ہیں)

"بھوک ہڑتال" کی مشرقی صاحب نے جو مذمت کی ہے اس سے خاکسار واقف ہوں گے اس لئے

آج کل اخبارات میں مسر عنایت اللہ مشرقی بانی تحریک خاکساران کی بھوک ہڑتال کا چرچا ہو رہا ہے کہا جاتا ہے کہ مشرقی صاحب نے حکومت سے چند مطالبات کئے تھے جن کو حکومت نے منظور نہیں کیا۔ اس لئے مشرقی صاحب نے بطور احتجاج ویلو جیل میں "مرن برت" شروع کر رکھا ہے۔ اور یہ "مرن برت" اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ حکومت مشرقی صاحب کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیک دیتی۔ اب خاکسار اور خاکسار نواز افسراد و اخبارات حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ مشرقی صاحب کو آزاد کر دے۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مشرقی صاحب کی اس ہٹ اور خاکساروں کی جینج و پیکار کا نتیجہ کیا ہوگا۔ نہ مشرقی صاحب اور ان کے ہوا خواہوں کے مطالبات سے نفیاً و اثباتاً ہمیں تعرض مقصود ہے۔ ہمیں تو صرف مشرقی صاحب کی "بھوک ہڑتال" سے دلچسپی ہے اور یہ دلچسپی اس لئے ہے کہ مشرقی صاحب آج تک اس "بھوک ہڑتال" کا خوب مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا تھا کہ:-

"ہم انگریز خاوند سے لڑنے پر آتے ہیں روٹھی ہوئی بیوی کی طرح جیل خانوں کی کوٹھڑی میں خوشی سے اپنے آپ کو بند کر دیتے ہیں

جائے۔ جس ”روزہ“ کا مقصد یہ ہوا ہے ”مذہبی“
نوعیت کا روزہ قرار دینا انتہا درجہ کی حماقت ہے
یا اعلیٰ درجہ کی فریب کاری۔

اب سنتے ہیں۔ کہ بعض خاکسار لاہور میں سیکرٹریٹ
کے سامنے دھڑنا مار کر بیٹھتے ہیں اور نعرہ لگاتے
ہیں کہ ”ہم نے روزہ رکھا ہے“ اس پر حکومت
انہیں گرفتار کر کے جیل میں بھیج دیتی ہے۔ گویا
بقول مشرقی صاحب کے ”روکھی ہوئی بیوی کیطرح
خاوند کو رحم“ دلدار ہے ہیں۔ ہم ایسے ”نامحرموں“
کو ”میاں بیوی“ کے معاملات میں دخل دینے کا
حق تو نہیں پہنچتا۔ البتہ انسانی ہمدردی کے تقاضے
سے یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ کہ حکومت ان
خاک رول کو سنٹرل جیل لاہور کی بجائے مشرقی
صاحب کے پاس ویلور جیل میں بھیج دے۔ تاکہ
ان غریبوں کو بھی پھلوں کا رس نصیب ہو۔

عام قیدیوں کو پھل کہاں میسر آتے ہیں؟
یہ انتہا درجہ کی بے انصافی ہوگی۔ کہ ایک ”روکھی
ہوئی بیوی“ کو تو پینے کو پھلوں کا رس دیا جائے
اور دوسری ”روکھی ہوئی بیویوں“ کو کھانے کے
لئے انہیں کے خون جگر کے سوا کچھ نہ دیا جائے۔

سرباعے

اے خالق ہر بلند و پستی
شش چیز عطا کن رستی

ایمان و امان و تندرستی

علم و عمل و فراخ دستی

اب انہوں نے یہ کہنا شروع کیا ہے کہ یہ جھوک ہڑتال
نہیں بلکہ مذہبی نوعیت کا روزہ ہے اور اس کے ساتھ
ہی وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ روزہ مشرقی صاحب نے
۱۶ اکتوبر سے شروع کیا ہے۔ اب ناظرین غور فرمائیں
کہ اگر یہ مذہبی نوعیت کا روزہ ہے اور ۱۶ اکتوبر ہی
سے شروع ہوا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ مشرقی صاحب
نے گذشتہ ماہ رمضان کے تیس روزوں میں سے صرف
سات روزے رکھے ہیں باقی ۲۳ روزے بے ڈکار ضمیم
کر گئے۔ کیونکہ ۱۶ اکتوبر کو رمضان شریف کی ۲۴
تاریخ تھی ساوجب یہ کہا جا رہا ہے کہ مشرقی صاحب
نے ۱۶ اکتوبر سے روزہ شروع کیا ہے تو اس کا صاف
و صریح مطلب یہی ہوا کہ ۲۴ رمضان المبارک سے
پہلے انہوں نے کوئی روزہ نہیں رکھا۔

اب ”روزے“ کی ”مذہبی“ نوعیت بھی سن لیجئے۔ کہا
جاتا ہے کہ مشرقی صاحب ۱۶ اکتوبر سے صرف پھلوں کا
رس پی رہے ہیں اور کچھ نہیں کھاتے۔ اگر اس سے
یہ مراد ہے کہ دن کے وقت رس پیتے ہیں تو یہ روزہ
کیا ہوا بی تیزہ کا وضو ہو گیا جو کسی طرح نہیں ٹوٹتا
اس کو مذہب گاندھی کا برت تو کہا جاسکتا ہے مذہب
اسلام کا روزہ ہر گز نہیں کہا جاسکتا۔ اور اگر یہ مطلب
ہے کہ افطار اور سحری کے وقت رس پیتے ہیں تو پھر
بھی اس کو ”مذہبی“ نوعیت کا روزہ قرار نہیں دیا
جاسکتا اس لئے کہ مذہبی نوعیت کا روزہ وہ ہے
جو مخلوق پر اثر ڈالنے کی غرض سے نہیں بلکہ صرف
اپنی اصلاح اور خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے رکھا
جائے اور ظاہر ہے کہ مشرقی صاحب کا مقصد اس
”روزے“ سے صرف اس قدر ہے کہ حکومت پر
دباؤ ڈال کر اپنی رانی کے لئے پراپیگنڈا کرایا

دو احراریوں کے اختلاف پر الفضل قادیان کی شہادت

مسلمان احراری ہوں یا غیر احراری شیعہ نبوت سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔ مگر قادیانی اور لاہوری احمدی اپنی مزعومہ شیعہ نبوت کی تازہ روشنی سے مستفیض ہیں ابھی جمعہ جمعہ آٹھ روز بھی نہیں گزرے کہ ان کا نبی ان میں موجود تھا جس کا دعویٰ تھا کہ

من دخل فی جماعتی دخل فی اصحاب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس لئے اتباع مرزا کا نمونہ اخلاق دوسرے مسلمانوں سے کچھ اچھا ہوتا چلا بہتے۔ کمالہ بیتال ان پر صادق نہ آئے کہ ”نبیائی بھی کیا اور روکھا کھانا“ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں فریق جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو ان احراری لیڈروں کی گفتگو سے ان کی گفتگو اتنی گتالغ ہوتی ہے۔ چند الفاظ جو ایک دوسرے کے حق میں کہے جاتے ہیں بطور نمونہ یہ ہیں :-

یزیدی خلافت۔ گو بھی کے سڑے چھلکے۔ چلتی پھرتی جہنم کی چنگاریاں۔ سرکاری سائنڈ آکشن حسد سے جلے ہوئے۔ حق گوئی سے نا آشنا وغیرہ۔

ان الفاظ کو بجائے خود رہنے دیجئے اب ہم ایک فرق کے امیر مولوی محمد علی لاہوری کے کلام سے تازہ مثال پیش کرتے ہیں۔ جس میں دونوں فریقوں کے مکالمہ کا نمونہ ملتا ہے مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں :-

میری شکایت۔ میں نے شکایت یہ کی تھی کہ میان صاحب (خلیفہ قادیان) ہمارا نام ”پیٹنامی“ رکھ کر باوجود ہمارے بار بار توجہ دلانے کے کہ یہ ہمارا

دو احراری ارکان (مولوی بہار الحق اور چودہری افضل حق صاحبان) میں کچھ عرصہ سے اس مسئلے پر بحث ہو رہی ہے کہ ضروریات زندگی کے علاوہ مال جمع رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ چودہری افضل حق صاحب اس سے منکر ہیں اور مولوی بہار الحق صاحب اس کے قائل ہیں بحث کے سارے مراسلات اخبار زمزم لاہور میں چھپتے رہے ہیں۔ اس بحث میں فریقین نے بتقاضائے بشریت ایک دوسرے کے حق میں کچھ نامناسب الفاظ بھی استعمال کئے ہیں اس پر اخبار الفضل قادیان نے بڑی خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ فریقین کے حق میں لکھے ہیں :-

احراری زعماء اور ان کے قادیان کی مناسبت و سنجیدگی کے متعلق آسانی سے رائے قائم کی جاسکتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ آپس میں تبادلہ خیالات کرتے وقت ایسی سبت سطح پر اتر آئیں ان سے دوسروں کو کسی بلند اخلاق کی کیا توقع ہو سکتی

ہے (الفضل ۲۵ ستمبر ۱۹۷۱ء ص ۷)

اھلحدیث :- بیشک اصل مضمون کے علاوہ ذہنی حملے کرنا کسی مذہب کے نمایاں شان نہیں ہے قرآن مجید اس کی بابت ہدایت فرماتا ہے :-

قُلْ لِّعِبَادِیْ دِیْنُ یَقُوْلُوْا اَللّٰہِیْ هِیَ اَحْسَنُ (مائدہ ۱۰)

(اے پیغمبر! میرے بندوں کو کہہ دیجئے کہ بہت اچھی بات کہا کریں) احراری فریقین کی بحث کے متعلق ہمارے رائے محفوظ ہے البتہ الفضل کو ایک بات سمجھائے ہیں کہ

نام نہیں لاتنا بنو ابالا لقب کے مرکب ہوئے ہیں اسکے جواب میں میاں صاحب نے ۱۹۱۶ء سے شروع کر کے ۱۹۱۹ء تک پیغام صلح کے خاتونوں میں سے حوالے تلاش کر کر سخت الفاظ کے نمونے پیش کئے ہیں حالانکہ اس کا تعلق بحث سے کچھ نہ تھا۔

میاں صاحب کی دماغی کیفیت۔ مگر وہی انکی دماغی کیفیت غالب آجاتی ہے کہ کسی طرح مریدوں کو یہ دکھایا جائے کہ یہ پیغام صلح بڑے قابل نفرت ہیں تاکہ ان کے دلوں پر دلائل کا کچھ اثر نہ ہو میں جانتا ہوں کہ اس وقت یہ ہتھیار جناب میاں صاحب کو اچھا کام دے رہا ہے مگر یہ ہمیشہ کام آنے والی چیز نہیں اور ان باتوں سے کچھ حاصل نہیں اگر اسکے مقابل میں بھی جناب میاں صاحب کے سرکاری اور غیر سرکاری اخباروں سے ایسے ہی الفاظ نکلنے شروع نہ ہوں تو نتیجہ کیا ہوگا یہی اب اختیار کیے اور ان باتوں پر ضلع ہوں۔ کون ان باتوں کی

وجہ سے ہمیں عقلمند کہیگا؟ یہ تو انتہا درجہ کی بیوقوفی ہوگی کہ چونکہ پہلے اچھا لایا گیا ہے اسے پھر تازہ کر کے لوگوں کے سامنے رکھا جائے۔

سخت کلامی کا مقابلہ۔ ہاں یہ میں میاں صاحب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اگر اس غلاط کو توڑنے کی ضرورت ہے تو اس سوال کو الگ کر کے بھی کہ یہ گند "پیغام صلح" نے پہلے اچھا لانا نہیں شروع کیا بلکہ جو اب سختی اختیار کی۔ اسلئے کہ دوسرے فریق کی تعلی اور سخت کلامی جو بعض وقت تک پہنچ جاتی تھی حد سے بڑھتی جاتی تھی۔ اگر ایک پلڑے میں پیغام صلح کے اٹھا ٹھیس سال کے خائل کی سخت کلامی رکھ دی جائے اور میاں صاحب کے "خالد" "الفاروق" کا ایک سال کا خائل گندہ دہتی کا دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو پیغام صلح کا پلڑا آسمان کی طرف اٹھ جائے گا۔ پیغام صلح لاہور نمبر ۱۹۱۶ء

دارالعلوم دیوبند کا نایابہ رسالہ

دارالعلوم

رسالہ مدبر سے غلط اور دیندار مسلمان اپنے دینی وطن مرکز دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ایک علمی و مذہبی رسالہ کے اجرا پر متعجب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کہ ان کو یہ آزاد و پوری ہوگی۔ اور بلاد و اقطار دارالعلوم کی ملکیت و اکابر علمائے دیوبند کی سرپرستی و نگرانی میں اس سال دارالعلوم جاری ہوگی۔

رسالہ کے معیار کی بلندی اور اس کی خوبیوں کا اندازہ صرف اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس میں جماعت دیوبند کے جلیل القدر علمائے پیش رفت مضامین مسلسل شائع ہوں گے۔

رسالہ دارالعلوم کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ مسلمان جس صحیح اور قدیم اعتقاد مذہبی رہنمائی کی امید اپنے مذہبی مرکز دارالعلوم دیوبند سے رکھتے ہیں اسے صرف یہی رسالہ پورا کر سکتا ہے۔

اس رسالہ کا کوئی تعلق کسی شخص کی ذات سے نہیں بلکہ براہ راست دارالعلوم دیوبند کی اسکی رسالہ اور استحکام کی سب سے بڑی قوت خاص اور دیندار مسلمانوں کو موقع ہے کہ وہ اس رسالہ کے معاونین و مثال بنو نا پس ایک ضروری جماعتی فریضہ تصوف فرمائیں گے کا فذ وغیرہ کی انتہائی گرانی کے باوجود سالانہ چندہ صرف دو سو روپے نمونہ مشقت طلب فرمائیں۔ وہی طلب کرنا ہی بجا آواز اپنے آج کا چندہ دینا ہی آواز رسالہ میں۔

(محمد الوجود حیدر ناظم و مرتب رسالہ دیوبند)

دارالعلوم دیوبند کی طرف سے جاری ہونے والے رسالہ دارالعلوم کی ملکیت و اکابر علمائے دیوبند کی سرپرستی و نگرانی میں اس سال دارالعلوم جاری ہوگی۔

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس

مصنف مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب
دہلوی۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ
کے جواب میں لکھی گئی ہے بشیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی
تعداد میں ہزار ہائی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے
وہ اس کی طرف سے شیعوں میں نفرت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں
اس غلط کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں تبلیغ رد
اس کتاب میں موجود ہے بشیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے
جوابات دیئے گئے ہیں۔ قیمت حصہ اول ۴۲ روپے دوم ۱۲ روپے
مکمل طلب کرنے پر ۱۲ روپے محصول ڈاک علاوہ۔

المشرقی علی المشرقی

طبع اول۔ تصاویر صفحات ۹۲۔ عربی
مشرقی کے عقائد اور اس کی تحریک

کے خلاف افغانستان، سرحد آزاد اور ہندوستان کے تقریباً ہر خیال
کے اکابر علماء و مشائخ اور اہل قلم حضرات کے بیانات اور فتاویٰ
مقتدر مجالس کے فیصلوں اور مشرقی کے متعلق مصری و ترکی اخبارات
کی رائے کا قابل قدر مجموعہ قیمت ۳۲ روپے محصول ڈاک ۱۲ روپے
پندرہ روپے۔ پچاس کتابوں کی قیمت آٹھ روپے محصول
ڈاک علاوہ۔

برق آسمانی

جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے
اُس کے سوانح و عقائد، عبادات و معاملات
کا زمانے تفصیل کیساتھ درج کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں خلیفہ
دورالیمین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان
کرنے کے بعد حیاتِ شیخ کے مسئلہ عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں
اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے رعائتی قیمت ۴۲

جریدہ شمس الاسلام کا شیعہ غبار
المصروف بہ
صدر اسرافیل

جو اگست ۱۹۰۸ء میں شائع ہو کر خلیج
تخیں حاصل کر چکا ہے۔ اس میں بڑی
خوبی یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں
گالی و گجائیں سخت الفاظ بھی استعمال نہیں کئے گئے مختلف
ذرائع، گوناگوں حوالوں اور اس کی مستند کتابوں اور غیر مستند
کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر و جامع الفاظ میں نقشہ کشی
کیا ہے اور جس میں سند درج صحابہ و تبرا پر قرآن مجید احادیث
نبی کریم، اقوال، ائمہ سادات، صوفیائے کرام کے ارشادات کے
عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسلامی
جرائم اور اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سید
صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تبرا بازی کے ہولناک نتائج بیان
کئے گئے ہیں۔ حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۴۲ روپے محصول ڈاک ۱۲

بشارت اسمہ احمد

اس کتاب میں قوی دہلیوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت
عیسیٰ ابن مریمؑ کی ہزارت و مبشر آرسولؑ یاقی من بعدی
اسمہ احمد کے اصل اور حقیقی مصداق حضرت احمد مجتبیٰ رحمۃ
للعالمین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مرزا غلام احمد
قادیانی اس کا مصداق ہرگز نہیں ہے۔ حجم ۸۰ صفحات سائے
۲۲ x ۱۸ قیمت ۴۲ روپے محصول ڈاک ۱۲

مؤلف مولانا حکیم حافظ

تازیانہ نقش بندہ

عبدالرسول صاحب بکھری۔
اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب
دیا گیا ہے۔ جو اُس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔
قیمت صرف ۴۲ روپے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ منیجر جریدہ شمس الاسلام بکھیرہ (پنجاب)

کتاب بہترین رفیق ہے

رسالہ مجددیہ یعنی حضرت سیدنا محمد و الف ثانی سرہندی قدس سرہ کے ان مضامین کا اردو ترجمہ

حضرت نے رافضی ایران کے اعتراضات کے جواب میں تحریر فرمائے تھے اور جن کو پڑھ کر بہت سے ایرانی شیعہ تائب ہو گئے تھے قیمت علاوہ محصول ڈاک آٹھ آنے۔

مذکرہ مشائخ نقشبندیہ ۵۲۰ صفحات کی ضخیم کتاب مولانا محمد نور بخش

صاحب آیم، اسے تو کلی کی تصنیف ہے جس میں حضرات مشائخ نقشبندیہ کے کیفیت اور حالات و ملفوظات درج ہیں۔ علاوہ محصول ڈاک قیمت دو روپیہ۔

نماز اور خطبہ کی زبان اس میں مولانا محمد منظور نعمانی نے کتاب و سنت اور سیاست

کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ نماز، خطبہ اور اذان کو خاص عربی زبان ہی میں ادا کرنا چاہیے قیمت علاوہ محصول ڈاک صرف دو روپے

الجواب المبین بہ اثبات سید المرسلین اس کتاب میں تقریباً سو سو سوالات کے جوابات صحیح

احادیث سے دیئے گئے ہیں معاملات، عبادات اور فہم کے مسائل متفرقہ اس میں موجود ہیں قیمت علاوہ محصول ڈاک صرف پانچ آنے

التصویر الاحکام التصویریہ تصویر کا شرعی حکم بدل دینا اس میں بیان کیا گیا ہے عقلی اور

نقلی دونوں قسم کے دلائل کا دلچسپ مجموعہ مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲

خاکساری فتنہ خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس نے ہندوستان کے علماء کرام کو

بیدار کیا جس کو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی لحد کی دستبرد سے محفوظ ہو گیا اور جس کو دیکھ کر خاکساروں کی تعداد

کثیر نے خاکساریت سے توبہ کی۔ اس کتاب کی مقبولیت عام کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ساڑھے تین سال کے مکر

میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔ یہ پانچواں ایڈیشن ہے جس کے ۹۷ صفحات ہیں۔

قیمت فی نسخہ تین آنے محصول ڈاک ایک آنہ۔

خاکسار تحریک ہند اور لغائی۔ اس لا جواب کتاب میں مذہبی اور سیاسی دونوں حقیقت

سیاست کی روشنی میں سے خاکسار تحریک کے تمام گوشوں کو اس خوبی سے بے نقاب کیا گیا ہے کہ زبان سے بے اختیار عدائے مرجع نکلتی ہے۔

قیمت علاوہ محصول دس آنے

عیسائیت کے دو پودے اس رسالہ میں مرزا یت اور خاکساریت کا دلچسپ مواد

کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ دونوں جہانیتیں عیسائیت کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ ایک کالم میں مرزائی لٹریچر کی

اور دوسرے کام میں خاکسار لٹریچر کی عبارتیں یاوالہ درج ہیں قیمت دو آنے محصول ڈاک نوٹ خاکسار تحریک اور مشرقی کے عقائد کی تردید میں ہمارے ہاں سے آدھ بھی چند رسائل مل سکتے ہیں۔

تمام کتابیں ملنے کا پتہ: پیرزادہ ابوالصیاء محمد بہاء الحق قاسمی۔ گلوالی دروازہ۔ امرتسر۔